

الملائم

املا نامہ

مرتب
گوپی چند نارنگ



قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

1974	:	پہلی اشاعت
1990	:	دوسری نظر ثانی شدہ طباعت
2010	:	تیسری طباعت
1100	:	تعداد
30/- روپے	:	قیمت
646	:	سلسلہ مطبوعات

Imla Nama

Edited by

Gopi Chand Narang

ISBN :978-81-7587-426-8

ناشر: ڈائریکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبہ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر. کے. پورم، نئی دہلی-110065 فون نمبر: 26109746
فیکس: 26108159

ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طالع: جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز، بازار میاں محل، جامع مسجد، دہلی-110006
اس کتاب کی چھپائی میں 70 GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ طبع سوم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے جس کا بنیادی مقصد اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے منصوبے بنانا اور ان کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ یہ مرکزی حکومت کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کیا گیا۔ قومی اردو کونسل نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقا کی داستان مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہ ادارہ مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل ایسی کتابیں شائع کرتا ہے جن کا مقصد سماجی ترقی، معاشی حصول، ذہنی بیداری اور عصری تعلیمی و ثقافتی ضرورتوں کی تکمیل ہے۔ قومی اردو کونسل بڑی تعداد میں نہ صرف اردو کے کلاسیکی متون کو عصری تقاضوں اور معیار کی روشنی میں شائع کرتی ہے بلکہ مختلف سماجی و عصری علوم پر مشاہیر سے کتابیں لکھواتی بھی ہے تاکہ اردو زبان دور جدید کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکے اور ہماری ادبی، لسانی، ثقافتی نیز نصابی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

ترقی اردو بیورو نے اپنے قیام (1973) کے بعد املا کے مسئلے پر خصوصی توجہ کی۔ یہ وقت کا بہت اہم تقاضہ تھا۔ ڈاکٹر سید عابد حسین کو املا کمیٹی کا صدر بنایا گیا اور جناب رشید حسن خان اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اراکین تھے۔ املا کمیٹی نے کافی مدت تک محنت شاقہ کی اور بحث و مباحثہ جاری رہا۔ جملہ سفارشات کی بنیاد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تحریروں اور انجمن ترقی اردو کی اصلاح رسم خط کمیٹی (1943-44) کی تجاویز پر رکھی گئی، اور قدیم علم، رواج عام اور جدید صوتیات کے تقاضوں کی روشنی میں املا کمیٹی نے اردو املا کے بنیادی اصول متعین کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ جب ’املا نامہ‘ کا پہلا ایڈیشن 1974 میں اردو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کی بے حد پذیرائی ہوئی اور سفارشات پر ملک کے رسائل و جرائد میں 30 سے زیادہ نہایت اہم تبصرے اور تنقیدیں شائع ہوئیں۔ چنانچہ نظر ثانی کے لیے توسیع شدہ کمیٹی بنائی گئی جس کی تفصیل مرتب ’املا نامہ‘ پروفیسر گوپی چند نارنگ کے مقدمے میں موجود ہے۔ توسیع شدہ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالعلیم اور اراکین پروفیسر گیان چند جین، ڈاکٹر سید عابد حسین، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، جناب رشید حسن خاں، پروفیسر محمد حسن، جناب حیات اللہ انصاری، ڈاکٹر خلیق انجم، جناب مالک رام، سید بدر الحسن، پروفیسر مسعود حسین خان اور پروفیسر گوپی چند نارنگ بنائے گئے اور بعد میں املا کمیٹی کی ورکشاپ میں جناب شمس الرحمن فاروقی اور ڈاکٹر ثار احمد فاروقی نے بھی شرکت کی۔ ’املا نامہ‘ کا دوسرا نظر ثانی شدہ اور اضافہ شدہ ایڈیشن 1990 میں سامنے آیا۔ اس کو آخری شکل دینے میں اراکین کمیٹی اور خصوصاً ’املا نامہ‘ کے مرتب پروفیسر گوپی چند نارنگ نے جس محنت، توجہ اور دلسوزی سے کام کیا ہے وہ لائق قدر ہے۔ املا سے متعلق تمام مباحث کو سمیٹ کر بعد از نظر ثانی مرتب نے ’املا نامہ‘ کو ہر اعتبار سے مکمل کر دیا ہے۔ جس کے لیے ہم پروفیسر گوپی چند نارنگ اور املا نامہ کمیٹی و ورکشاپ کے تمام اراکین کے شکر گزار ہیں۔

اب بیس سال بعد الما نامہ کی تیسری طباعت منظر عام پر آ رہی ہے جس کو قومی اردو کونسل اس یقین کے ساتھ پیش کر رہی ہے کہ اردو الما کی معیار بندی کے سلسلے میں یہ کتاب پہلے کی طرح ہی معاون ثابت ہوگی۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کوئی کمی نظر آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

نئی دہلی

24 ستمبر 2010

اراکین الاملا کمیٹی

ڈاکٹر سید عابد حسین (صدر)

رشید حسن خاں

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (مرتب)

(اس کمیٹی نے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۴ء تک کام کیا اور اس کے جلسوں میں شہباز حسین نے بحیثیت پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر شرکت کی)

نظر ثانی کمیٹی (توسیع شدہ املا کمیٹی)

ڈاکٹر عبد العظیم (صدر)

پروفیسر گیان چند جین

ڈاکٹر سید عابد حسین

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی

رشید حسن خاں

پروفیسر محمد حسن

جیات اللہ انصاری

ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام

سید بدر الحسن

پروفیسر سعید حسین خاں

پروفیسر گوپی چند نارنگ (مرتب)

(۱۹۷۶ اور ۱۹۷۷ء میں اس کمیٹی کے تین اجلاس ہوئے۔ ڈاکٹر شارب رودی نے بحیثیت پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر اور ابو الفیض سحر نے بحیثیت اسسٹنٹ ڈائریکٹر شرکت کی)

ورکشاپ اردو املا

شمس الرحمن فاروقی (صدر)

رشید حسن خاں

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

پروفیسر گوپی چند نارنگ (مرتب)

(ستمبر ۱۹۸۰ء میں اس کے تین اجلاس ہوئے۔ ابو الفیض سحر اور شمیم احمد نے بحیثیت اسسٹنٹ ڈائریکٹر شرکت کی)

پیش لفظ طبع اول

ڈاکٹر عبد العظیم (مرحوم) سابق چیئرمین ترقی اردو بورڈ

اردو املا کی معیار بندی کا مسئلہ ایک مدت سے اہل نظر کی توجہ کا مرکز بن ہوا ہے۔ اردو کا رسم الخط عربی، فارسی سے ماخوذ ہے، جبکہ اس کی صوتیات بنیادی طور پر ہند آریائی ہے جس کی وجہ سے اس کے املا کے اصولوں کا تعین بے حد ضروری ہے۔ مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے اس ضمن میں بطور خاص کوشش کی تھی۔ ڈاکٹر عبد الستار صدیقی اپنے مضامین اور تحریروں کے ذریعے اردو املا کے انتشار کی طرف لوگوں کو برابر متوجہ کرتے رہے۔ انجمن ترقی اردو کے ناگپور اجلاس منعقدہ ۱۹۴۳ء میں اصلاحات کا ایک خاکہ بھی منظور کیا گیا تھا، لیکن ان پر پوری طرح عمل نہ ہو سکا۔ ادھر جب ترقی اردو بورڈ کا قیام عمل میں آیا، اور اردو کی نصابی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور ترجمے کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہوا، اور حال ہی میں جب اردو لغت اور اردو انسائیکلو پیڈیا جیسے بنیادی کاموں کی طرف توجہ ہوئی تو محسوس کیا گیا کہ پہلے اردو املا سے متعلق بعض امور کو طے کرنا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ ترقی اردو بورڈ کی طرف سے املا کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین اور اراکین ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور رفیع حسن خاں تھے۔ کمیٹی کی کئی نشستوں میں اردو املا کے مسائل پر غور و فکر کیا گیا، اب تک

کے کام کو سامنے رکھا گیا، اور بحث و تمحیص کے بعد بنیادی اصول طے کیے گئے۔ اُردو املا پر رشید حسن خاں نے مبسوط کتاب لکھی جو ترقی اُردو بورڈ سے شائع ہو رہی ہے۔ املا کمیشن کی سفارشات کو مرتب کرنے کا کام ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کو سونپا گیا۔ ان سفارشات پر اُردو لغت کے ادارتی بورڈ کے ایک اجلاس میں بھی غور و خوض کیا گیا اور جو اصلاحیں اور تجویزیں پیش ہوئیں ان کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم و اضافے کیے گئے۔

ان سفارشات میں قدیم علم، رواج عام اور جدید صوتیات کے تقاضوں کو نظر میں رکھ کر بنیادی اصولوں کی وضاحت صاف اور سلیس طور پر اس انداز سے کی گئی ہے کہ کسی کو ان امور کے سمجھنے میں دقت نہ ہو اور عالم و عامی سبھی استفادہ کر سکیں۔ ترقی اُردو بورڈ تو اپنی تمام مطبوعات میں ان سفارشات پر عمل کرے گا ہی، اُردو کے دوسرے اداروں، انجمنوں، ادیبوں، شاعروں، اخباروں کے ایڈیٹروں اور پبلشروں سے بھی امید کی جاتی ہے کہ وہ بھی ان سفارشات کو اپنائیں گے اور اُردو املا کو ایک معیار پر لانے میں مدد دیں گے۔

عبدالعظیم

نئی دہلی
۲۶ اپریل ۱۹۷۴ء

فہرست

- ۴ پیش لفظ طبع دوم
- ۷ پیش لفظ طبع اول
- ۱۷ مقدمہ طبع اول
- (۱) اُردو ہند آریائی زبان، اردو رسم الخط عربی اور فارسی رسم الخط سے ماخوذ، اُردو انتہائی متمول زبان، ایک سے زیادہ سانی خاندانوں سے تعلق، سامی، ایرانی اور ہند آریائی صوتیات کے اثرات، اُردو کے "کثیر لسانی مزاج" کے خاص تقاضے، مستشرقین کی کوششیں اور اُردو املا، لکھنؤ کی ادبی مرکزیت اور شعر کی زبان پر توجہ، بیسویں صدی میں ترتیب و تدوین و تحقیق کے کام کے ساتھ ساتھ املا کے مسائل کی طرف توجہ، لغات میں سائنسی نظر کا فقدان، تحریک آزادی اور "ہندوستانی" کا مسئلہ، اُردو رسم الخط کے بارے میں مدافعانہ کوششیں، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی خدمات، انجمن ترقی اُردو (ہند) کی کمیٹی اصلاح رسم خط۔
- ۲۱ - ۱۷
- (۲) اُردو املا کے مسائل کی نوعیت، متعارف الفاظ کے مسائل، ایسی الفاظ کے مسائل، اُردو صوتیات کے مسائل۔
- ۲۵ - ۲۱

(۳) آزادی کے بعد املا کی اصلاح و تنظیم کی طرف توجہ، صرف قدیم علم یا جدید صوتیات کی روشنی کافی نہیں، سماجی لسانیات کی مدد کی ضرورت، مختلف ماہرین اور محققین کی کوششوں کا اثر، ترقی اردو بورڈ کی املا کمیٹی، کمیٹی کی سفارشات کے رہنما اصول، قدیم علم بجا اور جدید صوتیات و سماجی لسانیات سے استفادہ - ۲۵ - ۳۰
مقدمہ طبع ثانی ۳۱

املا نامہ کا پرچوش خیر مقدم، رسائل و جرائد میں بحثیں، تبصرے، شدید ردِ عمل —
املا نامہ کے سائنسی انداز، اختصار اور جامعیت کی داد، نیز نظر ثانی کا مطالبہ،
نظر ثانی کمیٹی کی توسیع، دیگر حضرات کی شرکت، ورکشاپ اردو املا کا انعقاد،
غور و خوض اور بحث و تجویز کے بعد سفارشات میں ترمیم و ترمیم ۳۱ - ۳۲
املا نامہ کی بنیاد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور مولوی عبدالحق کا کام اور انجمن کی اصلاح
رسم خط کمیٹی کی رپورٹ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور انجمن کے چالیس بنیادی اصولوں
کا مکمل گوشوارہ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے وہ اصول جو رد ہو گئے، اردو املا پر کام
ایک چیلنج ۳۲ - ۳۹

املا نامہ میں مسائل کی معروضی، صوتیاتی اور سائنسی پیش کش، ڈاکٹر عبدالستار
صدیقی کی اصلاحات کا من و عن قبول نہ کیا جاسکا، رشید حسن خاں کی کئی باتوں
سے اختلاف، غنیت، ہماریت اور ہمزہ کے مسائل سے متعلق تازہ سائنٹفک تجزیات،
اردو کے دس مصوتوں کے لیے مکمل اعرابی نظام، اب تک کے طریقوں میں سب سے
زیادہ سہل اور سائنٹفک طریقہ ۴۰ - ۴۱

املا نامہ کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے کئی باتوں میں مختلف، زیادہ تر

سفارشوں میں ترمیم و اضافہ، نظر ثانی شدہ ایڈیشن اُردو زبان کے مزاج اور چلن کا بہتر نمائندہ

۴۲ - ۴۱

پاکستان میں اُردو املا کی سفارشات، املا نامہ کی سفارشات سے مطابقت

۴۲ املا نامہ کی سفارشات کا جمہوری مزاج

۴۵ سفارشات

۴۷ الف ۱۔ اعلیٰ، ادنیٰ، عیسیٰ موسیٰ

۴۹ ۲۔ دعوائے پارسائی، یللائے شب

۵۱ ۳۔ عربی مرکبات

۵۱ ۴۔ رحمن، اسمعیل : رحمان، اسماعیل

۵۱ ۵۔ علیحدہ

۵۲ ۶۔ لہذا

۵۲ ۷۔ معتمہ، تمغہ : معما، تمغا

۵۳ ۸۔ بالکل، بالترتیب

۵۵ الف محدودہ

۵۶ تنوین

۵۸ ت، ث

۵۹ ت، ط

۶۰ ذ، ز، ژ

۶۲ ث، س، ص

نون اور نون غنہ

- ۶۳ ۱۔ گنبد، انبار، کھمبا، پیمپا
 ۶۳ ۲۔ گننا، سننا
 ۶۴ ۳۔ نون غنہ
 ۶۴ ۴۔ سنجائی، بٹائی
 ۶۵ ۵۔ گاٹو، پاٹو، گاؤں، پاؤں
 ۶۶ ۶۔ ہندی، مہنگی
 ۶۶ ۷۔ چانول، گھانس

واؤ

- ۶۷ ۱۔ اوس، اودھر
 ۶۷ ۲۔ لوہار، لہار
 ۶۸ ۳۔ ہندوستان، ہندستان
 ۶۸ ۴۔ جزو، جز
 ۶۸ ۵۔ روپے، روپیہ
 ۶۸ ۶۔ دُگنا، دوگنا
 ۶۹ ۷۔ واؤ معدولہ

ہائے خفی

- ۷۰ ۱۔ بھروسہ، بھروسا

- ۴۱ ۲۔ تصنیفی الفاظ : چوراہا ، بال خورا
 ۴۲ ۳۔ یورپی الفاظ
 ۴۲ ۴۔ پٹنہ ، آگرہ
 ۴۳ ۵۔ دانا ، دانہ
 ۴۴ ۶۔ پردے ، جلوے (مُحَرَّف شکلیں)
 ۴۴ ۷۔ موقوفہ ، معہ : موقع ، مع
 ۴۴ ۸۔ سنہ ، سن
 ۴۵ ۹۔ جگہ ، توجہ ، بہ ، تہ ، کہ ، یہ
 ۴۵ ۱۰۔ کہ ، یہ

ہائے مخلوط

- ۴۶ ۱۔ کچھ ، کچھہ ؛ مجھ ، مجھہ
 ۴۷ ۲۔ گیارہواں ، تمھارا
 ۴۸ ۳۔ بھابھی ، بھابی
 ۴۹ ۴۔ ہے ، ہے

ہمزہ

- ۸۰ ۱۔ ہمزہ کا استعمال
 ۸۱ ۲۔ ہمزہ اور الف
 ۸۲ ۳۔ جُزْرات ، تَأَثَّر ، مَوَدِّخ ، مَوَدِّع
 ۸۲ ۴۔ ہمزہ اور واؤ

۸۳

۵۔ پاؤ، پھاؤ، پاؤں، پھاؤں

۸۳

۶۔ ہمزہ یا ی

۸۵

۷۔ ہمزہ اورے

۸۵

۸۔ آزمائش، نمائش

۸۶

۹۔ ہمزہ اور اضافت

۸۶

خانہ خدا، جذبہ دل

۸۶

اردوئے معلیٰ، صدائے دل

۸۷

دلِ دردمند، ماہِ نو

۸۸

پرتو خیال، جزو بدن

۸۸

ہمزہ جزو آخر

۸۸

۱۰۔ ہمزہ اور واؤ عطف

۸۸

۱۱۔ ہوا

اعداد

۸۹

۱۔ دونوں، دونو

۸۹

۲۔ چھ، چھٹے

۸۹

۳۔ گیارہ تا اٹھارہ

۸۹

۴۔ گیارہواں، بارہواں

۸۹

۵۔ گیارہوں، بارہوں

۹۰

۶۔ اکتیس، اکتیس

- ۹۰۔ اکتالیس تا اڑتالیس
- ۹۰۔ تینتیس ، چونتیس
- ۹۰۔ اکیاون ، اکیاسی
- ۹۰۔ سیکڑہ
- ۹۰۔ پچاسی ، پچانوے
- ۹۰۔ ۷۹ واں ، ۷۹ ویں
- ۹۱۔ سو سے آگے
- ۹۱۔ ہزاروں ، لاکھوں
- لفظوں میں فاصلہ اور لفظوں کو ملا کر لکھنا
- ۹۲۔ ۱۔ لفظوں میں فاصلہ
- ۹۳۔ ۲۔ مرکبات
- ۹۴۔ ۳۔ مشتقات
- ۹۴۔ ۴۔ سابقہ ان
- ۹۵۔ ۵۔ سابقہ بے
- ۹۵۔ ۶۔ فارسی لاحقے بہ ، نہ ، چہ ، کہ
- ۹۶۔ ۷۔ مجھکو ، مجھکو
- ۹۶۔ ۸۔ گا ، گے ، گی
- ۹۶۔ ۹۔ انگریزی اور یورپی الفاظ

۹۸

۱۔ مَصَوِّتِ اعراب

۱۰۰

۲۔ دوسرے اعراب

۱۰۱

۳۔ سنکرت لفظوں کے جڑواں مُضَمَّتے

۱۰۲

۴۔ مخففات

۱۰۴

رموزِ اوقات

۱۰۶

تبصرے

۱۰۸

ملخص عمومی آرا

۱۲۱

اشاریۃ الفاظ

مقدمہ طبع اول

اُردو ایک ہند آریائی زبان ہے، لیکن اس کا رسم الخط سامی خاندان کی زبان عربی سے ماخوذ ہے۔ عربی سے اس رسم الخط کو فارسی نے لیا، اور فارسی سے یہ اُردو میں آیا۔ صدیوں کے اس تہذیبی اور تاریخی سفر میں اس رسم الخط میں بہت سی تبدیلیاں ہو گئیں۔ اُردو دنیا کی ان چند انتہائی متمول زبانوں میں سے ہے جن کا دامن اخذ و استفادے کے اعتبار سے ایک سے زیادہ سانی خاندانوں سے بندھا ہوا ہے۔ اس کے ذخیرۃ الفاظ کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ہند آریائی ماخذ یعنی سنسکرت، پراکرتوں اور اپ بھرنشوں سے آیا ہے، تو ایک چوتھائی حصہ جو دراصل ہند آریائی گروہ کی زبانوں میں اس کے امتیاز و افتخار کا ضامن ہے، سامی اور ایرانی ماخذ یعنی عربی، فارسی زبانوں سے لیا گیا ہے۔ اُردو کے ذخیرۃ الفاظ میں جو بے مثل تنوع اور رنگارنگی ملتی ہے، وہ اُردو صوتیات میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اُردو صوتیات میں ایک پرت تو ہند آریائی آوازوں کی اور اس کے ساتھ ساتھ دراوڑی آوازوں کی ہے، اور دوسری اتنی ہی اہم پرت مشرق وسطیٰ کی زبانوں سے ماخوذ آوازوں کی ہے۔ اُردو دنیا کی ان چند ”تہ دار“ زبانوں میں سے ہے جس میں متعدد منفرد اور ممتاز صوتیاتی نظام ایک وسیع تر سانی پیچر میں ڈھل کر بہ یک وقت کام کرتے ہیں۔ یہ ”کثیر سانیت“ جہاں

اُردو میں ایسی وسعت، لوچ اور لطافت پیدا کر دیتی ہے جو دوسری ہند آریائی زبانوں کے لیے لائق رشک ہے، وہاں رسم الخط سے ایسے تقاضے بھی کرتی ہے جن کو پورا کرنا آسان نہیں۔ اُردو جیسی مخلوط و ممزوج زبان کے لیے خواہ کسی بھی ایک خاندان کا رسم الخط اپنایا جاتا، دوسرے خاندان کی آوازون کو ظاہر کرنے کے لیے اس میں نئی گنجائشیں نکالنی ہی پڑتیں۔ چنانچہ زمانہ قدیم میں جب اُردو، عربی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی تو کئی علامتیں ایسی تھیں، جن کے لیے آوازیں نہیں تھیں، اور کئی آوازیں ایسی تھیں، جن کے لیے علامتیں نہیں تھیں۔ وقتاً فوقتاً نئی علامتوں کا اضافہ ہوتا رہا، اور تبدیلیوں کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ یہ تبدیلیاں از خود ہوتی رہیں، اور لکھنے والے اپنے اپنے طور پر لکھاؤ کی صحت کا التزام کرتے رہے۔ اس وقت کسی معیار بندی یا ضابطے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کیونکہ رسم الخط ایک نئی وضع پر آ رہا تھا، اور اُردو کے "کثیر صوتیاتی" مزاج سے ہم آہنگ ہونے کا عمل جاری تھا۔

برطانوی اقتدار کے قائم ہو جانے کے بعد جب مستشرقین اُردو کی طرف متوجہ ہوئے شروع ہوئے، اور خصوصاً فورٹ ولیم کالج کے قیام سے کچھ پہلے اور بعد میں بھی جب اُردو لغات اور قواعد کی کتابیں لکھی جانے لگیں تو اُردو رسم الخط کے مطابق صحت سے لکھنے کے مسائل یعنی املا پر بھی توجہ کی جانے لگی۔ جان جوشوا کیٹلر، مکس، جان گل کرسٹ، جوزف ٹیلر، ٹامس روبک، جان شکسپیئر، ڈکن فاربس، ایس ڈبلیو فیلن اور جان پلیٹس ان چند مستشرقین میں ہیں جن کے لغات اور صرف و نحو کی کتابوں میں اُردو املا (ORTHOGRAPHY) سے باخبری کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ مستشرقین کی تصانیف میں اکثر اُردو الفاظ یا جملوں کو رومن حروف میں لکھتے پڑتا تھا جس کے لیے اُردو حروف تہجی اور رومن حروف تہجی میں مطابقت کا

کوئی نہ کوئی نظام قائم کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ غیر اہل زبان کو اردو پڑھانے کے لیے ان قاعدوں اور ضابطوں کو بھی سمجھنے سمجھانے کی ضرورت تھی، جن کے مطابق حروف کے جوڑنے سے الفاظ اور عبارت لکھی جاتی ہے۔ مستشرقین کی یہ کوششیں تقریباً ایک صدی جاری رہیں۔ لیکن خود اردو والوں نے ان امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ یوں تو انیسویں صدی میں جب لکھنؤ کو ادبی مرکزیت حاصل ہوگئی، تو دہلی اور لکھنؤ کی ادبی و سانی چشمک میں جی کھول کر ہندی کی چندی کی گئی؛ لیکن زبان کے جن پہلوؤں پر زیادہ توجہ صرف ہوئی، وہ شعر کی زبان سے متعلق تھے؛ بول چال کی زبان اور نثر کی زبان برابر بے توجہی اور غفلت کا شکار رہی۔ مترکات، تذکیر و تانیث اور صحت استعمال ہی کو زبان کی کل کائنات سمجھا جاتا تھا۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے جب اردو ادب کے قدیم سرمایے کی تلاش و تحقیق کا کام شروع ہوا، اور جب مولوی عبدالحق کے زیرِ نگرانی انجمن ترقی اردو سے قدیم تذکرے، دواوین اور کلیات مرتب ہو کر شائع ہونے لگے، تو ترتیب و تدوین کے مسائل کے ساتھ ساتھ صحتِ املا کا خیال بھی ذہنوں میں آیا۔ مولوی عبدالحق نے قواعد اردو لکھی اور اسٹنڈرڈ انگریزی اردو لغت کا کام بھی مکمل کرایا۔ اس دوران میں اردو املا کی بے قاعدگیوں کا احساس اور بھی شدید ہوا ہوگا۔ بیسویں صدی میں تین خاص لغات بھی منظرِ عام پر آئے، فرہنگِ آصفیہ، سید احمد دہلوی؛ نور اللغات، نور الحسن نیر کا کوروی؛ اور جامع اللغات، فیروز الدین۔ لیکن سائنسی نظر کے فقدان کی وجہ سے ان میں املا کے مسائل پر وہ توجہ نہ ہو سکی جو ہونی چاہیے تھی۔

اس صدی کی تیسری اور چوتھی دہائیوں میں تحریکِ آزادی کی رفتار کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی قومی زبان کا مسئلہ سامنے آیا، اور ”ہندستانی“ کی تحریک خاصی اہمیت

اختیار کر گئی۔ ہامتا گاندھی چونکہ اعلان کر چکے تھے کہ ہندستانی کے لیے دیوناگری اور اُردو دونوں ”پلیوٹ“ کو اپنایا جائے گا، اس لیے دونوں کو اپنا اپنا گھر بنھانے کی فکر ہوئی۔ اُردو میں اس کا اظہار دو طرح سے ہوا۔ اول تو یہ کہ اُردو رسم الخط کو خاص صوتی بنیادوں پر سادہ اور سہل بنایا جائے (ڈاکٹر جعفر ہنس، آسان رسم خط، حیدر آباد، ۱۹۴۰ء) دوسرے یہ کہ اُردو رسم الخط کی جیسا وہ ہے، مدافعت کی جائے۔ (سید مسعود حسن رضوی ادیب، اُردو زبان اور اس کا رسم الخط، لکھنؤ، ۱۹۴۸ء؛ عبدالقدوس ہاشمی، ہمارا رسم الخط، انجمن، دلی (قبل ۱۹۴۷ء)؛ محمد ایسا س برنی، اُردو ہندی رسم الخط، حیدر آباد، ۱۹۴۶ء (۹)۔

اُردو رسم الخط کی ان بحثوں میں شریک ہونے والی ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس نے اپنی صلاحیتوں کا بڑا حصہ اُردو املا کے لیے وقف کر دیا۔ اُردو والوں کو ڈاکٹر عبدالتبار صدیقی کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھوں نے اُردو املا کے مسائل پر نہ صرف خود لکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ انھوں نے اپنی متعدد تحریروں، خطوں، تبصروں اور مضامین کے ذریعے اُردو املا کے بارے میں برقی جانے والی عام بے توجہی اور بے حسی کو بے نقاب کیا۔ اور املا کے مسائل پر عالمانہ نظر ڈال کر وقتاً فوقتاً اصلاحی تجویزیں پیش کیں۔ ۱۹۴۳ء میں جب انجمن ترقی اُردو نے کمیٹی اصلاح رسم خط مقرر کی تو مولوی عبدالحق کی دعوت پر اس کا اجلاس ۲۲ مارچ ۱۹۴۳ء کو سید ہاشمی فرید آبادی کی ابتدائی تجاویز پر غور کرنے کے لیے انجمن کے دفتر واقع دیا گنج دہلی میں منعقد ہوا جس میں مولوی عبدالحق اور سید ہاشمی فرید آبادی کے علاوہ ڈاکٹر عبدالتبار صدیقی، برج موہن دتاتریہ کیفی اور دہاج الدین کنتھوی نے شرکت کی۔ اس کمیٹی کی تجاویز جنھیں ڈاکٹر عبدالتبار صدیقی نے مرتب کیا تھا،

۷۰ روٹن حروف ہیں ہندستانی ”لکھنے کا رواج فوج میں پہلے سے تھا۔ آزادی کے بعد نہ ہندستانی“ رہی نہ رومن۔

۳ ستمبر ۱۹۴۳ء کو اخبار ہماری زبان میں شائع کی گئیں، اور ۲۱ جنوری ۱۹۴۴ء کو گل ہند اردو کانفرنس کے ناگپور اجلاس میں رسم خط کی ذیلی مجلس میں پیش ہوئیں۔ یہ تجاویز خاصہ خود و مباحثے کے بعد ترمیم و اضافے کے ساتھ منظور کی گئیں، اور جنوری ۱۹۴۴ء کے رسالہ اردو میں شائع کی گئیں۔ (ص ۱۰۳-۱۲۰)

کیمٹی اصلاح رسم خط کی ان سفارشات پر انجمن ترقی اردو سے شائع ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں عمل ہونا شروع ہی ہوا تھا کہ برصغیر کی تقسیم سے اردو کو ہندستان میں اپنی زندگی کی نئی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا، اور املا کی معیار بندی کی کوششوں پر اس سی پڑ گئی۔ تاہم سرکردہ محققین اور مصنفین کے ہاں جن میں ڈاکٹر سید عابد حسین، سید معجون رضوی، امتیاز علی عسوی، قاضی عبدالودود، مالک رام، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر گیان چند مین کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں، صحت املا کا التزام رہا، لیکن بحیثیت مجموعی اردو املا طرح طرح کی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔

(۲)

اردو میں املا کے مسائل کئی طرح کے ہیں۔ ان میں سے بعض بنیادی مسائل وہ ہیں جو متعارف الفاظ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اردو لفظیات کا امتیازی حصہ عربی، فارسی سے ماخوذ ہے۔ ان زبانوں سے آنے والے ہزاروں لفظ اردو میں رچ بس گئے ہیں، اور اردو کے اپنے ہو چکے ہیں۔ اردو ایک آزاد اور خود مختار زبان ہے مسئلہ یہ ہے کہ جہاں متعارف لفظوں کا طریق املا اردو کے رائج طریق املا سے مختلف ہے، وہاں اصل کی پیروی کرنی چاہیے یا انہیں اردو کے قاعدے سے لکھنا چاہیے؟ ایسی ایک مثال ان عربی لفظوں کی ہے جن کے آخر میں می کے اوپر الف لکھا جاتا ہے، جیسے ادنیٰ، اعلیٰ، عسی، موسیٰ، دعویٰ، اس قبیل کے کئی

الفاظِ اردو میں پورے الف سے رائج ہو چکے ہیں، مولا، تقاضا، تماشا، تمنا۔ ان کے بارے میں قاعدہ کیا ہونا چاہیے؟ ایسے کئی الفاظ جن کے مزج میں الف مقصورہ آتا ہے، پہلے ہی عام الف سے لکھے جاتے ہیں، جیسے رحمن اور رحمان، اسماعیل اور اسماعیل، سلیمان اور سلیمان، ابراہیم اور ابراہیم، مولینا اور مولانا۔ اس اطلائی دو عملی سے کس طرح بچا جائے، اور اس سلسلے میں کیا اصول اپنایا جائے؟

عربی، فارسی کے کئی الفاظ میں لکھنے میں نون آتا ہے لیکن پڑھا میم جاتا ہے، جیسے گنبد، انبساط، انبوہ۔ ان کی تقلید میں کئی ایسی الفاظ بھی جو میم سے بولے جاتے ہیں، خواہ مخواہ نون سے لکھے جاتے ہیں، اجنبھا، تنبولی، چنپا، جنبیلی۔

اردو میں سینکڑوں ایسی لفظ مستعار الفاظ کی نقل میں خفی ہ سے لکھے جاتے ہیں۔ غنچہ، کشتہ، زردہ، پردہ میں تو اصلاً ہ ہے، لیکن بھروسہ، ٹھیکہ، بھوسہ، دھبہ، اکھاڑہ، انڈہ، اڈہ، راجہ، باجہ، گینڈہ، سہرہ، دسہرہ میں اس کا کیا جواز ہے؟ آنکھ کو آنکھ، ہاتھ کو ہاتھ، بیٹھ کو بیٹھ، مجھ کو مجھ اور کچھ کو کچھ عام طور پر لکھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ یہ بات بھی عام طور پر معلوم نہیں کہ خفی ہ کی آواز ہ کی نہیں، خفیف مصوتہ (مثلاً زبر) کی ہے۔

ذ اور ز کے بارے میں بھی اردو میں خاصا خلطِ ممیٹ ہے۔ قاضی عبدالودود نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ مرزا غالب فارسی میں ذال کے وجود کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے گزشتہ اور پزیرفتن کو صحیح سمجھتے تھے۔ حالانکہ صحیح صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ یہ غلط روش یہاں تک عام ہوئی کہ کئی لوگ گزراش کو گزراش، شکر گزار کو شکر گزار اور گزشتہ کو گزشتہ لکھنے لگے۔

ہمزہ اردو میں عربی سے آیا۔ عربی میں ہمزہ جس آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے، اردو میں اس کا وجود نہیں کے برابر ہے۔ عربی میں ہمزہ کی حیثیت مُضْمَیہ کی ہے، اردو میں ہمزہ مضموتوں کے ساتھ آتا ہے۔ باوجود اس قلبِ ماہیت کے ہمزہ اردو املکا کا ایسا ناگزیر جزو ہے جس کے بغیر اردو املکا کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اردو میں ہمزہ کی کیا ضرورت ہے اور ہم ہمزہ کو استعمال کرنے پر کیوں مجبور ہیں، اس کا کوئی واضح شعور ذہنوں میں نہیں۔ ہمزہ کے استعمال کے سلسلے میں اردو میں بڑی بے اعتدالیاں برتی جاتی ہیں، مثلاً عربی کے کئی الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے ابتدا، انتہا، علما، فضلا، قدما، ادبا، حکماء۔ اردو میں یہ الفاظ چونکہ ہمزہ کے خاص تلفظ کے ساتھ رائج نہیں، ان میں ہمزہ کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح چاہیے، لیے، کیے، دیے، پیے، جیسے کو چاہئے، لیئے، کئے، دئے، پئے، بجئے، بھی لکھا جاتا ہے۔ نیز دیجیے، کیجیے، لیجیے وغیرہ افعال کی تصرفی صورتوں میں بھی ہمزہ کے معاملے میں خاصا انتشار ہے۔ بعض لوگ انھیں می سے لکھتے ہیں، بعض ہمزہ سے، اور بعض دونوں سے۔ اضافت کے لیے بھی ہمزہ کی غلط نگاری عام ہے۔ اس بات کا شعور عام نہیں کہ نغمہ شب، جلوہ مجاز اور کشتہ، ناز میں ہمزہ کیوں لکھنا چاہیے، اور ماہ نو، تپہ دریا اور نگاہِ دل نوا میں اضافت کسرے سے کیوں ہوگی؟ نیز ہر تو خیال، شمع روشن، زندگی جاوید یا رنگینی مضمون میں اضافت کیسے ظاہر کی جائے گی۔

املا کے کئی مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق اردو کی صوتیات سے ہے۔ ایک ہمہ گیر زبان میں جو ملک بھر کے دور دراز خطوں، علاقوں اور شہروں میں بولی جاتی ہو، مقامی اثرات کا لہجہ اور تلفظ کے اختلاف میں ظاہر ہونا قدرتی بات ہے۔ املا کا کام معیاری تلفظ کا اظہار ہے۔ لیکن بعض مثالیں ایسی بھی مل جاتی ہیں، جہاں ایک سے زیادہ معیاری

شکلیں موجود ہیں، اور دونوں طرح کے تلفظ کی سند مل جاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں فیصلہ کیا ہونا چاہیے ؟

اُردو صوتیات میں ہکار آوازوں کی خاص اہمیت ہے۔ اُردو میں ان کے لیے الگ سے حروف نہیں، لیکن ان کے اظہار کا اعلیٰ نشان بخش طریقہ موجود ہے۔ (پچھ، بھ، تھ، دھ، ٹھ، ڈھ، پچھ جھ، کھ گھ، ڈھ)۔ پچھ بھی یہ صوتی تصور ابھی تک پوری طرح ذہن نشین نہیں ہو سکا کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازوں کے لیے مخصوص کر دینا چاہیے۔ بے کوٹھے، چاہیے کو چاہیے، ہی کوھی یا مجھ کو مجھ، بیٹھ کو بیٹھ اور آٹھ کو آٹھ لکھنے کی روش قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ اور تو اور، گھر اور گہر، بھر اور بہر، پھر اور پہر، پھاڑ اور پہاڑ، بھاری اور بہاری، بھن اور بہن یا دھلی اور دہلی میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

نون غنہ خالص اُردو کی چیز ہے۔ عربی میں نون غنہ نہیں۔ قدیم و جدید فارسی میں اس کا وجود کہیں ہے، کہیں نہیں ہے۔ اُردو میں ہم نون کا نقطہ اڑا کر اس کو غنیت کے لیے کام میں لاتے ہیں، جبکہ لفظ کے بیچ میں نقطہ ضروری ہے۔ حرف و صوت کی اس عدم مطابقت سے کہیں کہیں وقت پیدا ہوتی ہے۔ اُردو میں کئی لفظ ایسے ہیں جن کے بارے میں عام طور پر یہ معلوم نہیں کہ ان میں نون غنہ کا صحیح مقام کیا ہے۔ لفظ گاٹو بمعنی بستی تین چار طرح لکھا جاتا ہے، گانو، گاؤں، گانوں اور گانوں۔ یہی حال پاٹو، پھانٹو اور اس قبیل کے دوسرے الفاظ کا ہے۔ اس انتشار کو ختم کرنے کے لیے معیار بندی سجد ضروری ہے۔

حروف علت کی کمی کے فائدے اپنی جگہ ہیں، لیکن اس سے بعض املائی

دقتیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً تیر، تیر؛ پیر، پیر؛ پن، پن؛ میرا، میرا؛ اور میل، میل میں جو فرق ہے؛ یا دُور، دُور؛ طُور، طُور؛ چُور، چُور؛ مَول، مَول میں جو فرق ہے، اُسے ہم اعراب کی عدم موجودگی میں سیاق و سباق کی مدد سے سمجھ تولیتے ہیں، لیکن واؤ کی تین آوازوں (واؤ معروف، واؤ مجہول اور واؤ ماقبل مفتوح)؛ اور ی کی تین آوازوں (یائے معروف، یائے مجہول اور یائے ماقبل مفتوح) کے صوتی اور املائی امتیازات عام طور سے نہ پڑھانے والوں کے ذہن میں واضح ہوتے ہیں، نہ پڑھنے والوں کے۔ زیر، زیر، پیش، اور الف مد ملا کر اُردو کے کُل دس مصوتے ہوئے۔ ان دس مصوتوں کا اعرابی نظام ابھی تک مسلم نہیں، اور قاعدوں اور ابتدائی کتابوں میں عجیب و غریب انتشار ملتا ہے۔

املانامہ میں ان تمام مسائل پر توجہ کی گئی ہے، اور پورے غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد، سادہ اور صاف زبان میں سفارشیں پیش کی گئی ہیں، نیز پہلی بار اُردو کے دس مصوتوں کے لیے مکمل اعرابی نظام پیش کیا گیا ہے جو سہل بھی ہے اور سائنٹفک بھی۔

(۳)

آزادی کے بعد املاک کی اصلاح و تنظیم کی طرف پھر سے توجہ ہوئی۔ کئی ذہنوں نے ان مسائل کو دہیں سے لیا جہاں ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے انھیں چھوڑا تھا۔ نیز یہ احساس بھی عام ہوا کہ املا کے بارے میں سوچتے ہوئے محض صوتیات ہی سے نہیں، سماجی سانیات سے بھی مدد لینی چاہیے۔ زبان کی صوتیات اس کی سماجیات سے ہٹ کر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بعض حضرات نے اُردو رسم الخط کو خالص صوتی بنیادوں پر

ڈھالنے میں یہی غلطی کی تھی۔ ڈاکٹر جعفر حسن کا صوتی املا (جس کی سید ہاشمی فرید آبادی اور سید اختر حسین رائے پوری نے بھی کسی حد تک تائید کی تھی) چونکہ اردو کے تاریخی ارتقا اور سماجی ضرورتوں کا اتنا احساس نہیں رکھتا تھا جتنا ضروری ہے، نیز اس میں رواج اور چلن سے بھی صرف نظر کیا گیا تھا، اس لیے جزوی طور پر بھی قبول نہ ہو سکا۔ زبان کے معاملے میں صدیوں کے چلن اور سماجی ضرورتوں اور عام استعمال سے منہ نہیں موڑا جاسکتا۔ سجاد مرزا اور ہارون خان شروانی نے اردو ٹائپ اور طباعت کے لیے جو کوششیں کیں (اردو رسم خط اور طباعت، حیدر آباد، ۱۹۵۷ء) ان میں بالواسطہ طور ہی پر سہی، املا کے نکات بھی زیر بحث آئے۔ اردو املا کے نام سے غلام ہول نے ایک کتابچہ ۱۹۶۰ء میں حیدر آباد سے شائع کیا۔ عبدالغفار مدہولی نے اپنے تدریسی تجربوں کی بنیاد پر اردو املا کا آسان طریقہ رائج کرنے کے لیے متعدد تحریریں لکھیں، اور اسی نام سے ۱۹۶۳ء میں دہلی سے ان کا ایک کتابچہ بھی شائع ہوا۔ اس زمانے میں سید احتشام حسین اور آل احمد سرور نے بھی بعض اصلاحات کے لیے ذہنی فضا تیار کرنے میں مدد دی۔ ڈاکٹر گیان چند جین اور راقم الحروف نے اپنے مضامین میں صحیح املا کے لیے جامع سائنسی اصولوں کو اپنانے کی اہمیت پر زور دیا۔ رشید حسن خاں بھی املا کے مسائل پر برابر غور و فکر کرتے رہے اور لکھتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں ترقی اردو بورڈ نے ڈاکٹر سید عابد حسین کی صدارت میں املا کمیٹی مقرر کی۔ راقم الحروف اور رشید حسن خاں اس کے رکن مقرر کیے گئے۔ رشید حسن خاں اردو املا پر اپنی کتاب لکھنے میں مصروف تھے۔ کمیٹی کی متعدد نشستوں میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور انجمن کی کمیٹی اصلاح رسم خط کی مجوزہ اصلاحات اور دوسرے مسائل پر غور و خوض ہوا، بنیادی

اصول طے کیے گئے اور سفارشات مرتب کرنے کا کام راقم الحروف کو سونپا گیا۔ رشید حسن خاں نے اُردو املاء پر عالمانہ اور مبسوط کتاب لکھی جس میں بنیادی اصولوں کی وضاحت کی گئی، مختلف عنوانات کے تحت ضروری الفاظ کی فہرستیں شامل کی گئیں، اور غلات میں پائے جانے والے انتشار اور غلط نگاری کا تفصیلی جائزہ لے کر ترجیحی صورتوں کا تعین کیا گیا۔ لیکن واضح رہے کہ یہ کتاب ایک فرد واحد کا کام ہے۔ کمیٹی نے اُن کے کام اور اُن کے مشوروں سے استفادہ کیا، لیکن جس طرح کمیٹی نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور انجمن کی کمیٹی اصلاح رسم خط کی کئی اصلاحات کو رد کر دیا، رشید حسن خاں کی بعض باتوں سے بھی کمیٹی باوجود کوشش کے متفق نہ ہو سکی، اور املانامہ میں متعدد سفارحیں اُن سے ہٹ کر کی گئیں۔

املانامہ طبع اول (۱۹۷۴ء) میں زیادہ تر ان اصلاحات کو اپنایا گیا جو انجمن ترقی اردو کی کمیٹی اصلاح رسم خط (۱۹۴۳-۴۴ء) نے پیش کی تھیں یا جن کی وضاحت ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اپنے مضامین اور تحریروں میں کرتے رہے تھے۔ ترقی اردو بورڈ کی املاء کمیٹی کو بعض مقامات پر بنیادی نوعیت کا اختلاف تھا جس کی نشان دہی کر دی گئی مثلاً وہ اصلاحات جو انقلابی تبدیلیوں پر مبنی تھیں۔ جیسے مصدر یا کسی صیغے کے آخر میں جو نا، تا وغیرہ آتے ہیں، وہ مادے سے جدا کر کے لکھے جائیں، جیسے لکھنا، لکھتی، لکھتے، لےنا، اٹھتے، بچنا، دےنا یا بالکل کو بالکل یا خوش کو خوش لکھا جائے، یا نون غنہ کو منفصل لکھا جائے، جیسے پھانس، بانس، سن گھاڑے۔ یا می کو بھی مثل الف اور واو الگ لکھا جائے، جیسے بنی، بڑی، بڑی، پنی، پزور، پزور۔ یا یہ کہ عربی کے ہم آواز حروف جن کی تین یا

چار شکس آتی ہیں، ان کو گھٹا کر صرف دو شکلوں پر اکتفا کیا جائے یعنی ث، ص، س میں سے ص کو اور ز، ذ، ض اور ظ میں سے ذ اور ض کو حذف کر دیا جائے۔ یا ہمزہ جب متصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے۔ جیسے لاہری، حباری، دارۃ، کوہی، سوہیاں، زاہل، قاہل، طاہر، زاہد، سناری، آری، یا مصیبت کو مصیبت، گھر گھر کو گھر گھر، اور قرینہ کو قری نہ لکھا جائے؛ یا ڈھ کو ڈھ، ڈھ کو ڈھ یعنی ملا کر دھرتی بجائے دھرتی، ادھورا بجائے ادھورا لکھا جائے۔ ایسی تبدیلیاں چونکہ رواج اور چلن میں نہیں آسکتی تھیں، اور ناقابلِ عمل تھیں، اس لیے ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔

سفارشات پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل رہنما اصول سامنے رہے :

- ۱۔ صحتِ املا کے جو اصول اب تک سامنے آچکے ہیں، اور محتاط اہلِ قلم کے ہاں جن پر عمل بھی ہو رہا ہے، ان کو علمی، صوتی اور سانیاتی نظر سے پرکھا جائے اور سائنٹفک طور پر منضبط و منظم کر کے پیش کیا جائے۔
- ۲۔ اردو کے صدیوں کے چلن اور رواج کو پوری اہمیت دی جائے اور استعمالِ عام کی روشنی میں ترجیحی صورتوں کا تعین کیا جائے۔
- ۳۔ املا میں کوئی تبدیلی ایسی تجویز نہ کی جائے جو اردو کی علمی میراث، اس کی تاریخ، مزاج اور سماجی ضرورتوں کے نقطہ نظر سے ناقابلِ عمل ہو۔
- ۴۔ عربی فارسی سے ماخوذ اردو کے ہم آواز حروف ہماری سانی میراث کا جزو بن چکے ہیں۔ انھیں کی بدولت ہزاروں الفاظ کی بیش بہا دولت ہمیں ودیعت ہوئی ہے جو ہماری زبان کا جزوِ لاینفک ہے۔ اس سرمایے کا

تختہ ہمارا فرض ہے۔

۵۔ عربی کے جو مرکبات، عبارتیں یا مکمل اجزاء اردو میں مستعمل ہیں، انھیں اصل

کی طرح لکھنا چاہیے۔ ان پر اردو املا کے اصولوں کا اطلاق نہ ہونا چاہیے۔

۶۔ املا کے اصولوں کا تعین کرتے ہوئے وسیع تر عام زبان پر نظر رکھی گئی ہے، محض

شعری زبان پر نہیں (شاعری میں ضرورتِ شعری کے تحت لفظوں کو کبھی اشباع

اور کبھی تخفیف کے ساتھ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عام زبان میں لفظ کی متعینہ

شکل ہی استعمال ہوتی ہے)۔

۷۔ جہاں مروجہ قاعدوں سے کوئی مدد نہیں ملی یا املائی انتشارِ حد سے بڑھا ہوا ہے،

وہاں معیاری تلفظ کی پیروی پر اصرار کیا گیا۔ معیاری تلفظ کو بنیاد بنانے سے

ایسے بہت سے مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔

۸۔ سفارشات کو پیش کرنے میں قدیم علمِ ہجاء سے بھی مدد لی گئی، اور جدید صوتیات

سماجی لسانیات سے بھی۔ اردو ایسی پیچیدہ اور متنوع زبان ہے کہ کسی ایک

نقطہ نظر کو اپنا کر اس کے املا سے پورا پورا انصاف کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ

وسیع طریقہ کار کو اپناتے ہوئے جہاں سے بھی جو روشنی مل سکتی تھی، لی گئی۔

زیر نظر صفحات میں قدیم روایت کا تسلسل بھی ملے گا اور جدید فکر کی سائنٹیفک

توجیہ بھی۔ صوتیات کے کئی تصورات ایسے ہیں کہ انھیں قدیم اصطلاحوں میں

پیش کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ دقت بعض امور سے بحث کرتے ہوئے بار بار محسوس

ہوئی، جس کی وجہ سے ایک طرح کا مفاہمتی رویہ اختیار کرنا پڑا۔ ایسا اس لیے

بھی ضروری تھا کہ زیر نظر سفارشات صرف ماہرین اور محققین کے لیے نہیں، بلکہ

اُردو کے عام لکھنے پڑھنے والوں کے لیے بھی ہیں جن میں طالب علم، ادیب، شاعر، صحافی، خوش نویس، ٹائپسٹ، نقل نویس، پروف پڑھنے والے، سبھی شامل ہیں۔ ان مباحث کے لیے زبان جتنی زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم اختیار کی جاسکتی تھی، کی گئی ہے۔ مثالیں ہر جگہ دی گئی ہیں۔

دنیا کی شاید ہی کوئی ترقی یافتہ زبان ہو جس کا اطلاق پوری طرح صوتی ہو۔ حروف کی صوتی اقدار سے عدم مطابقت کئی زبانوں میں ملتی ہے۔ اُردو میں حروفِ صحیح آوازوں سے زیادہ ہیں، اور حروفِ علت آوازوں سے کم۔ اس سے کچھ پیچیدگیاں تو پیدا ہوتی ہی ہیں، لیکن ان سے مفر بھی نہیں۔ اس کمیٹی کا کام اُردو املا میں تبدیلیاں کرنا نہیں تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ املا میں جو بے اعتدالیاں اور بے قاعدگیاں راہ پا گئی ہیں، ان کو دور کیا جائے، اور صحت اور اصول کی راہ دکھائی جائے۔ راقم الحروف اُن سب حضرات کا ممنون ہے جنہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔

نئی دہلی

گوپی چند نارنگ

مارچ ۱۹۷۲ء

مقدمہ طبع ثانی

املا نامہ کا پہلا ایڈیشن دو ہزار کی تعداد میں ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ املا نامہ کا جو پروجوش خیر مقدم کیا گیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس مسئلے پر توجہ کی کتنی شدید ضرورت تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان اور پاکستان میں یہ مسئلہ سب کی نگاہوں کا مرکز بن گیا اور رسائل و جرائد میں بحثوں اور تبصروں کا تانتا بندھ گیا۔ املا نامہ کے سلسلے میں بالعموم املا کیٹی کو مبارک باد دی گئی اور ترقی اردو بورڈ کے اس اقدام کی تائید کی گئی۔ لیکن جہاں املا نامہ کے سائنسی انداز، اختصار اور جامعیت کی داد دی گئی اور کہا گیا کہ ”یہ ایک وسیع کمیٹی کی سفارشات ہیں جن کی حیثیت سنگ میل کی ہے اور قدم قدم پر رہنمائی کا حق ادا کیا گیا ہے“ وہاں سخت سے سخت تنقید بھی کی گئی اور بعض سفارشات سے اختلافات کرتے ہوئے ان پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا گیا۔ بالخصوص مولانا عبد الماجد دریا بادی، ڈاکٹر صفدر آہ، پروفیسر مارون خاں شروانی، مولانا شہاب المیر کوٹلوی، سید بدر الحسن، حیات اللہ انصاری، پروفیسر گیان چند جین، علی جواد زیدی، سید شہاب الدین دستوی، ڈاکٹر خلیق انجم، حسن الدین احمد، ڈاکٹر شکیل الرحمن، ڈاکٹر عبدالستار دلو،

راج ٹرائن راز، کرشن موہن، ڈاکٹر عابد پشاور، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر علیم اللہ حالی، ڈاکٹر سیفی پریمی، رشید نعمانی اور وقار خلیل نے کئی کئی قسطوں میں نہایت بے لاگ تحقیقی تبصرے لکھے اور علمی تجربے کا حق ادا کیا۔ ان میں سے بعض تبصرے پاکستان کے رسائل نے بھی نقل کیے۔ اِملانامہ کے آخر میں چونتیس^(۳۳) اہم تبصروں کا گوشوارہ درج ہے، اور عمومی آرا کی تلخیص بھی دے دی گئی ہے تاکہ اس ردِ عمل کا اندازہ کیا جاسکے جو اِملانامہ کی اشاعت سے ہوا۔ تمام مبصرین کا شکریہ واجب ہے کہ انھوں نے انتہائی محنت اور دلسوزی سے اس مسئلے پر توجہ صرف کی۔ حقیقت ہے کہ ادھر کسی چھوٹی کتاب پر اتنے تبصرے نہیں لکھے گئے جتنے اِملانامہ پر لکھے گئے۔

ڈاکٹر عبد العلیم مرحوم جنھوں نے اپنے شوقِ خاص سے اور شہباز حسین سابق پرنسپل پبلیکیشنز آفیسر کے توجہ دلانے سے اس کام کا آغاز کیا تھا، اِملانامہ پر تبصروں کی فائل مجھ کو بھجوا کر فرمائش کی کہ ان تبصروں کی مدد سے ہر سفارش کے بارے میں نام بنام اختلافی نکات کی رپورٹ تیار کر دوں تاکہ اِملانامہ پر نظر ثانی کا کام شروع کرایا جاسکے۔ یہ اختلافی رپورٹ اِملانامہ کے کل صفحات سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ اب کی علیم صاحب نے اِمل کمیٹی کی توسیع کی اور پہلی کمیٹی کے تین اراکین کے علاوہ پروفیسر مسعود حسین خاں، حیات اللہ انصاری، مالک رام، پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر محمد حسن، ڈاکٹر خلیق انجم اور سید بدر الحسن کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم بوجہ علالت شرکت نہ فرما سکے اور پروفیسر گیان چند جین صرف ایک جملے میں شریک ہو سکے، لیکن جین صاحب کا مفصل تبصرہ کمیٹی کے پیش نظر رہا۔ اگرچہ اس

زمانے میں ڈاکٹر عبدالعلیم کی صحت خراب رہنے لگی تھی، اس کے باوجود انھوں نے ہر اجلاس کی صدارت کی ذمہ داری کو پوری دلچسپی سے انجام دیا، اور گفتگوں بحثوں میں حصہ لیا۔ اس توسیع شدہ کمیٹی کے تین پُر جوش اجلاس رام کرشنا پورم میں علیم صاحب کے دفتر میں منعقد ہوئے، تھوڑا سا کام باقی تھا کہ اچانک بلاوا آگیا اور علیم صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ چنانچہ یہ کام جوں کا توں دھرا رہا۔ کئی برس کی خاموشی کے بعد جب ترقی اُردو بیورو کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے شمس الرحمن فاروقی کا تقرر ہوا تو علاوہ دوسرے کاموں کے، املا کی معیار بندی پر بھی توجہ ہوئی، اور اس بارے میں انھوں نے ورکشاپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ چونکہ عربی سے متعلق کچھ امور تصفیہ طلب تھے، اس لیے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی سے بھی مشورہ کیا گیا۔ اس ورکشاپ کے تین بھر پور اور طویل اجلاس ترقی اُردو بیورو کے دفتر میں منعقد ہوئے جو صبح سے شام تک جاری رہے۔ ہر ہر سفارش کو بار بار دیکھا اور پرکھا گیا۔ املانا مہ طبع اول کی سفارشات، انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی اصلاح رسم خط کی اصل تجاویز، ڈاکٹر عبدالنثار صدیقی کے بنیادی کام، رشید حسن خاں کی تصنیف، حفیظ الرحمان واصف کی تنقیدی کتاب، اور املا سے متعلق ڈاکٹر ابو محمد سحر اور دیگر حضرات کے مضامین، تبصروں اور بحثوں کو سامنے رکھا گیا۔ چلن، استعمال عام اور مروجہ طریقوں کو پوری اہمیت دی گئی، اور خاصے غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد انتہائی معروضی طور پر فیصلے کیے گئے، اور جہاں جہاں ضروری تھا سانی و صوتی توجیہ کو انتہائی مختصر طور پر لیکن واضح الفاظ میں درج کر دیا گیا۔ کئی جگہ اصولوں اور قاعدوں میں ترمیم و تفسیح کی گئی بعض توجیہات بدلی گئیں، بعض مقامات پر از نوئے اصل حکم اصلاح

کی گئی تو بعض جگہ چلن اور رواج کو بنیادی حیثیت دینے کی وجہ سے تبدیلی کرنی پڑی، کئی شقیں حذف کر دی گئیں، چند ایک کا اضافہ بھی ہوا، اور کچھ گوشواروں کو یکسر بدل دینا پڑا۔ غرض اعلان نامہ کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں ترمیم و تنسیخ اور اصلاح و اضافے کا عمل جگہ جگہ دکھائی دے گا اور یہ ضروری بھی تھا۔ درکشاپ کے جلسوں کی صدارت شمس الرحمن فاروقی نے کی۔ اگر وہ دلچسپی نہ لیتے تو یہ کام خدا جانے کب تک سر در خانے کی زینت بنا رہتا۔ انھوں نے اور ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے اہم مشورے دیے۔ رشید حسن خاں تمام بحثوں میں شریک ہوئے۔ انھیں بعض نکات پر اصرار تھا لیکن کمیٹی نے ان سے اختلاف کیا۔

اس وضاحت کی بہر حال ضرورت ہے کہ اعلان نامہ طبعِ اول ہو یا زیرِ نظر ترمیم شدہ ایڈیشن، سفارشات کی اصل وہی ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور مولوی عبدالحق کا کام اور انجمن ترقی اردو کی اصلاحِ رسم خط کمیٹی کی رپورٹ ہے۔ (مقدمہ طبعِ اول میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا تھا کہ ”زیادہ تر ان اصلاحات کو اپنایا گیا جو انجمن ترقی اردو کی کمیٹی اصلاحِ رسم خط (۱۹۴۳-۴۴ء) نے پیش کی تھیں۔“ خود رشید حسن خاں نے اعتراف کیا ہے ”میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جو میری تصنیف ہو۔ اس میں وہ باتیں ہیں جو پہلے کہی یا لکھی جا چکی ہیں۔ ان کو میں نے یک جا کیا ہے“ (انٹرویو ”اردو تحقیق اور املا کے مسائل“ خبرنامہ بہارِ اردو اکادمی، مئی ۱۹۸۹ء، ص ۴) حقیقت یہ ہے کہ بعد کے آنے والوں نے زیادہ تر انھیں بنیادوں پر عمارتیں اٹھائی ہیں، اور بقول سید شہاب الدین دسوی ”اکثر و بیشتر غیر ضروری مواد اور ضرورت سے زیادہ طویل اقتباسات سے صفحات بڑھا دیے ہیں۔“ (نوائے ادب، اپریل ۱۹۷۵ء ص ۷۲) دراصل بنیادی چیز تصورات ہیں۔ اصول (NORMATIVE) ہوتے ہیں جو

لا تعداد بکھرے ہوئے اور بظاہر الگ الگ حقائق کو ایک ٹکڑے کے تحت لاکر منظم کر دیتے ہیں، تاکہ سچائی کا بخور ایک دو جگہ میں آجائے، اور لفظوں کی سینکڑوں، ہزاروں شکلوں پر ان کا اطلاق ہو سکے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس کام کی راہ دکھائی تھی۔ اصول تصورات ہیں کیونکہ حقائق کو ذہنی تجربہ کی سطح پر بیان کرتے ہیں۔ آج ہم ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اصولوں سے اتفاق کریں یا اختلاف، ذیل کی مختصر فہرست سے اندازہ ہوگا کہ آج کے سارے مباحث کا سرچشمہ ان کے اور انجمن کے دیے ہوئے اصول ہیں۔

۱۔ اعلیٰ، ادنیٰ، اولیٰ، معلیٰ، مصلیٰ، معریٰ، مقویٰ، تقویٰ، مصفیٰ، مطہیٰ، منقیٰ، مدعیٰ علیہ وغیرہ کو الف مقصورہ کے بجائے معمولی الف سے لکھنا چاہیے۔ (عبدالستار صدیقی، ص ۶۰) (انجمن ص ۱۱۵، ۱۱۹)

۲۔ وہ عربی لفظ (یا نام) جو خود عربی میں دو طرح لکھے جاتے ہیں، ان کو اردو میں الف سے لکھنا چاہیے: رحمان، سلیمان، ابراہیم، اسماعیل، لقمان (ص ۱۱۴، ۱۱۹) عیسا، موسیٰ، مصطفیٰ، مرتضیٰ، صفرا، کبرا (انجمن ص ۱۱۵)

۳۔ شوربا، ناشتا (عبدالستار صدیقی ص ۵۸) تمغا، حلوا، شفا (عبدالستار صدیقی ص ۵۹) کو الف سے لکھنا چاہیے۔ اسی طرح تماشہ، تقاضا، ماجرا، مدعا، معما، تبرہ، تولا، مرتبا، بقایا (عبدالستار صدیقی ص ۶۰) (انجمن ص ۱۱۵)

۴۔ علحدہ / علاحدہ کی بحث (انجمن ص ۱۱۵)

۵۔ وصل کا الف لام باقی رہنا چاہیے (انجمن ص ۱۱۳)

۶۔ عربی کی ق (تائے مدور) کو اردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے (عبدالستار صدیقی

ص ۵۵، ۵۶) صلات، زکات، تورات، مشکات (انجمن ۱۱۳)

۷۔ ت / ط کی بحث : طیش، طیدن، طشت، طشتری، طوطا، طوطیا، طمانچہ، طلاطم، طیارہ کو ط سے نہیں، ت سے لکھنا چاہیے۔ (عبدالشار صدیقی ص ۶۸)

۸۔ ذ یا ز کی بحث (عبدالشار صدیقی ص ۶۵)

۹۔ گزشتن (عبدالشار صدیقی ص ۶۵)

۱۰۔ پذیرفتن (عبدالشار صدیقی ص ۶۵)

۱۱۔ پذیرا (ایضاً ص ۶۵)

۱۲۔ آذر (عبدالشار صدیقی ص ۶۶) آزر (ایضاً ص ۶۶)

۱۳۔ زخار (عبدالشار صدیقی ص ۶۶)

۱۴۔ آذوقہ (عبدالشار صدیقی ص ۶۶)

۱۵۔ ذات (عبدالشار صدیقی ص ۶۶) ذات کی سفارش نہیں مانی گئی (ایضاً ص ۶۶)

۱۶۔ ذرہ، زرہ (عبدالشار صدیقی ص ۶۶)

۱۷۔ ازدحام، ازدحام کی بحث (عبدالشار صدیقی ص ۶۸)

۱۸۔ ہائے محقق : تمام ویسی لفظوں کو جو عربی فارسی کی نقل میں خواہ مخواہ مخفی ہ سے لکھے جاتے ہیں، الف سے لکھنا چاہیے : آنولا، بھروسا، باجا، بٹوا، بلبلا، دھوکا، باڑا، پٹاخا، پٹارا، چبوترا، راجا (عبدالشار صدیقی ص ۵۷)

۱۹۔ یور پی الفاظ بھی الف کے ساتھ : ڈراما، فرما، مکرا، مارکا (عبدالشار صدیقی ص ۵)

۲۰۔ عربی فارسی لفظوں کی تصریفی شکلیں : ان سب لفظوں کے آخر میں الف لکھنا

چاہیے جو ایک اندو اور ایک فارسی یا عربی جز سے بنے ہیں : بدلا، بے فکر، نودوتا،

کبا بیا، سالا، ملیدا، دپینا (عبدالتار صدیقی ۵۷) تماہا، پھماہا، پھرنگا، سترنگا
(عبدالتار صدیقی ۵۸) دو ماہا (ایضاً ۶۱)

۲۱۔ پٹنہ، آگرہ، کلکتہ شہروں کے ناموں کو جوں کا توں لکھنا چاہیے۔

(عبدالتار صدیقی ۵۶)

۲۲۔ سالا کی بحث (عبدالتار صدیقی ۵۷)

۲۳۔ گنبد، زنبور، شنبہ، تنبورہ جیسے عربی فارسی نفظوں میں ن ساکن کے بعد ب آئے تو اصل کی پیروی کرنی چاہیے، نہیں تو میم لکھا جائے
(عبدالتار صدیقی ۶۴)

۲۴۔ نون غنہ کے لیے الٹے قوس کا استعمال مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اُردو کی مطبوعات کے ذریعے رائج کیا تھا۔

۲۵۔ گانو، پانو، پھاو، دانو میں تون غنہ کی بحث (عبدالتار صدیقی ۶۲)

۲۶۔ پردے، جلوے، محروف شکلوں میں ے لکھنی چاہیے ”وہ پھٹے درجے

میں پڑھتا ہے“ ”میں مدرسے جاتا ہوں“ (عبدالتار صدیقی ۶۱)

۲۷۔ ہمزہ، ابتدا، انتہا، ارتقا، استعلا، استغنا میں ہمزہ نہیں لکھنا

چاہیے (عبدالتار صدیقی ۵۹)

۲۸۔ بناو سنگار، دیو، بھاو، تاو، نبھاو، گھاو میں ہمزہ کا کچھ کام

نہیں۔ (عبدالتار صدیقی ۶۳)

۲۹۔ گائے، چائے، رائے، ہائے میں بھی ہمزہ نہ چاہیے (عبدالتار صدیقی ۶۳)

۳۰۔ ہمزہ اسی وقت آئے گا جب اس سے پہلے زبر ہو، اگر زیر ہو تو یاے

لکھی جائے گی۔ دیے، لیے، کیے، چاہیے، دیجیے، لیجیے میں ہمزہ نہیں لکھنا
چاہیے (عبدالتار صدیقی ۶۳، ۶۴)

۳۱۔ گنتیاں : دونو غلط دونوں صحیح (عبدالتار صدیقی ۶۳)

۳۲۔ چھ کی بحث (عبدالتار صدیقی ۶۱)

۳۳۔ گیارہ سے اٹھارہ تک آخر کا حرف ہ ہے۔ ان کو ہ سے لکھنا

چاہیے (عبدالتار صدیقی ۶۲، ۶۳)

۳۴۔ نغظوں میں فاصلے اور نغظوں کو ملا کر یا الگ الگ لکھنے کی بحث (انجمن

۱۱۸، ۱۱۱) مرکب لفظ جو دو یا زیادہ نغظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے

جاویں (انجمن ۱۱۸، ۱۱۱)

۳۵۔ مفرد نغظوں کے تکراری اجزاء کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔ بی بی، دل دل،

بھن بھنا، کن کنا، گل گلا، کھٹ کھٹا ہٹ (انجمن ۱۱۸، ۱۱۱)

۳۶۔ فارسی لاحقے اردو عبارت میں الگ لکھنے چاہئیں : بہ خوبی، بہ ہر حال،

بہ دولت، نہ گفت، بہ قول، تا وقتے کہ (انجمن ۱۱۲)

۳۷۔ انگریزی کے صوتی ٹکڑوں کو الگ الگ کر کے لکھنا چاہیے : ان فارمل،

ان سٹی ٹیوٹ، کانفرنس، یونیورسٹی (انجمن ۱۱۵، ۱۱۹)

۳۸۔ اعراب (حرکات و سکانات) کی بحث (قواعد اردو، مولوی عبدالحق ۴۳، ۵۰)

۳۹۔ رموز اذقاف کی بحث (مولوی عبدالحق ۳۳۸-۳۵۴)

۴۰۔ اعراب میں واو معروف کے لیے اُٹا پیش اور یائے معروف کے لیے

کھرا زیر مولوی عبدالحق نے رائج کیا تھا۔

واضح رہے کہ یہ وہ اصول ہیں جو املانامہ کی زیادہ تر سفارشات کی بنیاد ہیں۔
 ڈاکٹر عبداللہ صدیقی نے اور بھی بہت سے اصول پیش کیے جن کو مندرجہ بالا فہرست
 میں عمداً شامل نہیں کیا گیا، اس لیے کہ وہ اصول و تجاویز ان کی زندگی ہی میں رد
 ہو گئیں، مثلاً بالکل کو بالکل یا خوش کو خوش لکھنا، یا نون غنہ کو منفصل لکھنا جیسے پچان س،
 بان س، یا ی کو بھی مثل الف اور واؤ الگ لکھنا، جیسے بی ن، ڈر، پی ر، پڑ، یا ہمزہ
 جب منفصل حرف کے بعد آئے تو اس کو جدا لکھنا، جیسے لاوی، جاوی، یا ڈھ کو ٹھ، ڈھ
 کو ٹھ لکھنا وغیرہ۔ ڈاکٹر عبداللہ صدیقی فاضل اجل تھے۔ نیز مولوی عبدالحق جو انجمن
 کی کمیٹی اصلاح رسم خط کی روح و رواں تھے، اور برج مہمن دما تریہ کیفی جو اس کمیٹی کے
 رکن تھے، دونوں عالم بے بدل تھے۔ ان اور دوسرے حضرات نے جو اصول بنائے
 ہوں گے اور تجویزیں پیش کی ہوں گی، پوری ذمہ داری اور پورے غور و فکر کے بعد
 کی ہوں گی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں سے متعدد اصول زمانے نے رد کر دیے۔ ہر
 زبان کا ایک سانی مزاج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اردو کے سانی مزاج نے ان
 اصولوں کو رد کر دیا جو اس سے لگا نہیں کھاتے تھے، اور صرف ان اصولوں کو قبول
 کیا جو اس سے ہم آہنگ تھے۔ ان اصلاحات کو پیش ہوئے تقریباً نصف صدی
 گزرنے کو آئی ہے۔ علم کا افق بھی روز بروز وسیع ہو رہا ہے۔ چنانچہ ترقی اردو بورڈ نے
 ڈاکٹر سید عابد حسین کی صدارت میں جب املا کمیٹی تشکیل کی، اور راقم الحروف کو اس کا
 رکن نامزد کیا، تو خاکسار نے اس کام کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا، کیونکہ مجھے احساس تھا
 کہ وہ زبان جس کی صوتیات، صرفیات اور نحویات یعنی ہر سطح پر تین تین سانی
 خاندانوں کے اثرات یعنی ہند آریائی، ایرانی اور سامی اثرات بیک وقت کار فرما ہوں،

اور اختلاط و امتزاج کی قوس قزح پیش کرتے ہوں، اس کے رسم خط کے ان گنت اجزاء میں مطابقتیں تلاش کرنا اور انہیں کلیوں کے تحت لا کر سیدھے سائے اصولوں میں بیان کرنا خاصا وقت طلب کام ہے۔ اس راہ کے مسافر کو ڈاکٹر عبدالرشید لدھی کے کام سے تقویت ضرور پہنچتی ہے، لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ انتہائی نیک نیتی اور گہرے سانی شعور پر مبنی ان کی کئی اصلاحات کو اردو نے گوشہ چشم سے دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ بہر حال ان پیچیدگیوں اور مشکلات کے گہرے احساس کے ساتھ راقم الحروف نے اس کام کو ہاتھ میں لیا۔ ڈاکٹر عبد العلیم اور ڈاکٹر رشید عابد حسین کی گرم گرمی تھی کہ انھوں نے یہ ذمہ داری خاکسار کو سونپی۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے، کمیٹی نے نہ صرف ڈاکٹر عبدالرشید لدھی اور انجمن کے کام کو سامنے رکھا، بلکہ اس وقت تک مختلف حضرات نے متعلقہ مسائل پر جو کچھ بھی لکھا تھا، اس کا بغور مطالعہ کیا گیا، نیز رشید حسن خاں جو کمیٹی کے رکن بھی تھے، ان کے کام اور مشوروں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ تاہم جس طرح ڈاکٹر عبدالرشید لدھی اور انجمن کی اصلاحات کو من و عن قبول نہیں کیا گیا، رشید حسن خاں کی کئی باتوں سے بھی اتفاق نہیں کیا جاسکا۔ ہر ہر سفارش پر کھل کر گفتگو ہوئی، اور پوری بحث و تمحیص کے بعد تجاویز کو یا تو رد کیا گیا، یا از سر نو لکھا گیا، یا قبول کیا گیا۔ خاکسار کی کوشش رہی ہے کہ سفارشات پیش کرتے ہوئے اختصار ملحوظ رہے، زبان زیادہ سے زیادہ سادہ ہو، اور جہاں ضرورت ہو سانی سائنٹیفک توجیہ کو آسان سے آسان لفظوں میں پیش کر دیا جائے۔ اردو میں غنیت، ہکارت اور ہمزہ کے مسائل نہایت پیچیدہ ہیں۔ ان کے بارے میں مختصر سانی وضاحتیں ضروری خیال کی گئیں بصورتی اعراب کے تحت اردو کے

دس مصوتوں کے لیے جو مکمل اعرابی نظام پیش کیا گیا ہے، وہ اب تک کے پیش کردہ طریقوں میں سب سے زیادہ سہل اور سائنٹیفک ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین (مرحوم) اور ڈاکٹر عبد الحلیم (مرحوم) نے انسانی وضاحتوں کو نہ صرف پسند کیا بلکہ ان پر صاف بھی کیا۔

املا نامہ کا دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے کئی باتوں میں مختلف ہے۔ صاحب الہائے اور صاحب علم مبصرین کی اکثریت نے جن تجاویز سے اختلاف کیا تھا، ان میں سے زیادہ تر کا تعلق الف مقصورہ، نون اور نون غنہ، ہائے خفی، ت، ط اور ہمزہ اور اضافت کے مسائل سے تھا، اس لیے ان شقوں میں تبدیلیاں ضروری تھیں۔ یوں تو ہر ہر سفارش پر نظر ثانی کی گئی ہے، کہیں وضاحتوں میں ترمیم و اضافہ ہوا ہے تو کہیں مثالوں میں الفاظ کو بدلا گیا ہے، لیکن جن بنیادی تبدیلیوں کی وجہ سے املا نامہ کا یہ ایڈیشن پہلے سے مختلف ہو گیا ہے، ان میں خاص خاص یہ ہیں: الف مقصورہ کو زیادہ تر برقرار رکھا گیا ہے۔ طشت، طشتری، طمانچہ، طوطی، غلطاں وغیرہ الفاظ کو ط سے لکھنا صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔ گانؤ، پانؤ، پچھانؤ کے بجائے گاؤں، پاؤں، پچھاؤں کی تائید کی گئی ہے۔ اسی طرح حاصل مصدر بچاؤ، بناؤ، بہاؤ اور امر بچاؤ، بناؤ، بہاؤ سب میں ہمزہ کے استعمال کو مناسب قرار دیا گیا ہے، نیز اسما گائے، پائے، چائے، رائے، جائے میں بھی ہمزہ لکھنا مناسب خیال کیا گیا ہے۔ ایک اہم مسئلہ اضافت کے لیے ہمزہ کا تھا، یعنی بوئے گل، صدئے دل، اردوئے معلیٰ میں یائے پر ہمزہ نہ لکھا جائے کہ نہیں مبصرین میں تفرق

سب نے ہمزہ کے استعمال کی تائید کی، نیز چونکہ ان ترکیبوں میں دو ہرے مصوٹے کی آواز ثابت ہے، اس لیے ہمزہ کے استعمال کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ آزمائش، نہائش اگرچہ از روئے اصل یائے سے ہیں، لیکن اردو میں چونکہ ہمزہ سے بولے جاتے ہیں، ایسے تمام الفاظ کو ہمزہ ہی سے لکھنا ٹھیک سمجھا گیا۔ سابقوں لاحقوں میں بل کہ، گیوں کہ، چوں کہ، حالاں کہ، چناں چہ، بہ خوبی، بہ ہر حال، بہ خدا کو الگ الگ لکھنے کو کہا گیا تھا، لیکن چونکہ ان کی ملی ہوئی شکلیں پوری طرح چلن میں آچکی ہیں، ایسے تمام لفظوں کو ملا کر لکھنے ہی کو مناسب قرار دیا گیا۔ اس طرح املا نامہ طبع دوم میں عملی دقتوں کا پہلے سے زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ یوں اب یہ اردو زبان کے مزاج اور چلن کی پہلے سے کہیں بہتر نمائندگی کرتا ہے۔

ادھر پاکستان میں بھی اردو املا کی معیار بندی کے سلسلے میں پیش رفت ہوئی ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے زیر سرکردگی مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ سیمینار "املا اور رموزِ اوقات کے مسائل" ۲۳ تا ۲۵ جون ۱۹۸۵ء منعقد ہوا۔ اس سیمینار کی روداد مقتدرہ کے "اخبارِ اردو" کے جنوری ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ نیز ان تمام مقالات اور مباحث کو مقتدرہ نے کتابی طور پر بھی شائع کر دیا ہے (املا و رموزِ اوقات کے مسائل، مرتبہ اعجاز راہی، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء) اس سیمینار میں املا سے متعلق چودہ سفارشات پیش کی گئیں۔ یہ چونکہ مفصل نہیں تھیں، ان کی تفصیلات مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں ذیل کے اراکین تھے: ۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ ۲۔ پروفیسر شریعت کنجاہی۔ ۳۔ مظفر علی تید۔ ۴۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

۵۔ ڈاکٹر ممتاز سنگھ پوری اور ۶۔ ڈاکٹر محمد صدیق بشلی (سکریٹری)۔ اس کمیٹی کے اجلاس ۲۲، ۲۳، ۲۴، اکتوبر ۱۹۸۵ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوئے۔ یہ سیمینار کی سفارشات پر غور کیا گیا، اور ہر سفارش کے بعد مثالیں درج کی گئیں، اور بعض مسائل جو پہلے سفارشات میں شامل نہیں تھے، انہیں بھی زیر بحث لا کر کل ۲۴ سفارشات منظور کی گئیں۔ یہ سفارشات ”اخبار اردو“ جنوری ۱۹۸۶ء میں صفحہ ۱۵ سے ۲۲ پر شائع ہوئی ہیں۔

پاکستانی سفارشاتِ املا میں زیادہ تر املا نامہ طبعِ اول کی سفارشات پیش نظر رہی ہیں۔ البتہ بعض جگہ الگ ترجیحات بھی قائم کی گئی ہیں۔ لطف کی بات ہے کہ املا نامہ کی نظر ثانی کمیٹی نے جن تبدیلیوں پر اصرار کیا تھا، مثلاً گائوں، پاؤں (اسما)، مہندی، ہنگلی میں نون غنہ کو چلن کے مطابق لکھنا، یا بچاؤ، پتھراؤ، نیز گائے، چائے، رائے، جائے (اسما) کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا، یا اردوئے معلیٰ، بوئے گل میں اضافت کی یائے پر ہمزہ کو برقرار رکھنا، یا آزمائش، نمائش کو ہمزہ کے ساتھ لکھنا، یا بلکہ، چونکہ، چنانچہ کو توڑ کر نہ لکھنا، پاکستانی سفارشات میں بھی چلن کے ان تمام مقامات کی تائید کی گئی ہے۔ البتہ کچھ سفارشات میں چلن کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے، مثلاً الف مقصورہ کو زیادہ سے زیادہ برقرار رکھا ہے، یا کلیتہً، ارادۃً میں تنوین کو تائید مدور پر لکھنے کی سفارش کی ہے، یا گزارش، گزرنا، گزارنا، باج گزار، خدمت گزار جیسے لفظوں کو بھی ذال سے لکھنے پر اصرار کیا ہے۔ اردو مصوتوں کے اعراب کی نشان دہی ضروری تھی، اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ سوائے ان امور کے باقی سفارشات تقریباً وہی ہیں، اور اسی ڈھانچے

کو برقرار رکھا ہے۔

املا نامہ کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے لیے ڈاکٹر فہیدہ بیگم، ترقی اردو بیورو کی موجودہ ڈائریکٹر کا شکریہ بھی واجب ہے کہ جب سے انہوں نے چارج سنبھالا ہے، املا نامہ کے نئے ایڈیشن کے لیے تقاضا کرتی رہی ہیں۔ میری دوسری مصروفیات نے ادھر توجہ کا موقع ہی نہ دیا۔ ادھر اسٹینڈنگ کمیٹی اور ترقی اردو بورڈ نے ریزولوشن کر دیا تو ان کی طرف سے تقاضا شدید ہو گیا۔ ان کا ممنون ہوں کہ اس طرح یہ کام جو کئی برس سے ادھورا رکھا ہوا تھا، پورا کرنا پڑا۔ ادھر ستمبر میں کشمیر یونیورسٹی جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کی پرسکون فضا میں کچھ وقت نکال کر میں مسودے کو آخری شکل دے سکا۔ پروفیسر حامد کشمیری کی دوستداری اور کرم فرمائی کا ایک مدت سے قائل ہوں۔ ان کا اور شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی کے رفقا کا ممنون ہوں کہ ان کی عنایت اور تعاون سے یہ ادھورا کام سری نگر میں تکمیل کو پہنچا۔

آخر میں یہ اعادہ ضروری ہے کہ املا نامہ کی سفارشات اس احساس کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں کہ زبان اور اس کے تمام ظواہر کسی فرد واحد، ادارے یا انجمن کے حکم کے تابع نہیں۔ زبان ایک وسیع تر عمرانیاتی نظام کا حصہ ہے جو عوامی ضرورتوں اور رواج اور چلن سے وجود میں آتا ہے اور جس کی پشت پر صدیوں کے تاریخی اور سانیاتی ارتقا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ زبان اور رسم الخط میں کسی طرح

کی کوئی تبدیلی کوئی فرد واحد، کمیٹی یا انجمن یا ادارہ جبراً مسلط نہیں کر سکتا۔ تبدیلیاں تو ہوتی ہیں لیکن یہ زبان کے خاموش عمرانیاتی عمل کے تحت از خود رونما ہوتی ہیں۔ کمیٹیاں اور ادارے صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ کسی مسئلے کے بارے میں احساس و شعور کو بیدار کر دیں اور آگہی کی فضا پیدا کر دیں تاکہ انتشار دور ہو۔ چنانچہ یہ سفارشات بھی تجاویز ہیں، سرکاری حکم نامہ نہیں، اور اس توقع کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں کہ ان سے اطلاق کی معیار بندی کے لیے احساس و شعور کی بیداری کا عمل تیز تر ہوگا اور آگہی کی فضا پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ زبان ایک زندہ حقیقت ہے جس میں تبدیلیوں کا عمل جاری رہتا ہے۔ چنانچہ اصولوں میں اتنی لچک بہر حال ہونی چاہیے کہ زبان کے وسیع تر چلن اور آئندہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکیں۔ ہمارا جو فرض تھا، وہ ہم نے ادا کیا، فیصلہ بہر حال زمانہ اور وقت کرے گا۔ وما توفیق الا باللہ۔

گوپی چند نارنگ

نسیم باغ
سری نگر

۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء

سفارشات

الف

اعلیٰ، ادنیٰ، عیسیٰ، موسیٰ

عربی کے کچھ لفظوں کے آخر میں جہاں الف کی آواز ہے، وہاں بجائے الف کے یہ لکھی جاتی ہے اور اس پر چھوٹا الف (الف مقصورہ) نشان کے طور پر بنا دیا جاتا ہے، جیسے ادنیٰ، اعلیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، دعویٰ، فتویٰ۔ اس قبیل کے کئی الفاظ اردو میں پہلے ہی پورے الف سے لکھے جاتے ہیں، مثلاً تماشا، تمنا، تقاضا، مدعا، مولا۔ لیکن کئی لفظ دونوں طرح سے لکھے جاتے ہیں، اور ان کے بارے میں ٹھیک سے معلوم نہیں کہ انہیں پورے الف سے لکھنا چاہیے یا چھوٹے الف سے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے املا کے اس انتشار کو دور کرنے کے لیے تجویز کیا تھا کہ اردو میں ایسے تمام الفاظ کو پورے الف سے لکھا جائے۔ لیکن یہ حل میں نہیں آسکا۔ چنانچہ سر درست اصول یہ ہونا چاہیے کہ اس قبیل کے جو الفاظ اردو میں پورے الف سے لکھے جاتے ہیں اور ان کا یہ املا رائج ہو چکا ہے، ایسے الفاظ کو پورے الف سے لکھا جائے۔ باقی تمام الفاظ کے قدیم املا میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، اور یہ بدستور چھوٹے الف سے لکھے جاسکتے ہیں۔

پورے الف سے لکھے جانے والے الفاظ :

مولا	مُصفا	تَوَلّا	مَدعا
تقاضا	مُنقا	تماشا	مَدعا علیہ
تمنا	بیؤلا	نصارا	مقتدا
مقتضا	ماوا		

باقی تمام الفاظ چھوٹے الف سے لکھے جاسکتے ہیں :

ادنیٰ	اعلیٰ	عیسیٰ	موسیٰ
یحییٰ	محبّتی	مصطفیٰ	مرّضیٰ
دعویٰ	فتویٰ	لیلیٰ	تعالیٰ
معلیٰ	صغریٰ	کبریٰ	کسریٰ
اولیٰ	منادیٰ	مثنیٰ	مقفیٰ
طوبیٰ	ہدیٰ	معریٰ	عقبیٰ
تقویٰ	متبنیٰ	حسنیٰ	قویٰ
مستنّیٰ	حتیٰ کہ	عہدِ سطلیٰ	مجلسِ شوریٰ
یدِ طولیٰ	اُردوئے معلیٰ	من و سلومیٰ	عیدِ اضعیٰ
مسجدِ اقصیٰ	سدرۃ المنتہیٰ	شمسِ الہدیٰ	

ذیل کے الفاظ کے رائج املا میں بھی کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں :

اللہ اللہ الہی

اسی طرح الآباد، بارِ اللہ، الہی بخش، ولی اللہی، الہیات بھی جوں کے توں لکھے

جائیں گے۔

۲ دعوائے پارسائی ، یللائے شب

اضافت کی صورت میں ایسے تمام لفظ الف سے لکھے جاتے ہیں اور یہی

صحیح ہے، جیسے :

یللائے شب دعوائے پارسائی فتوائے جہان اری

۳ عربی مرکبات

یہ بات اصول کے طور پر تسلیم کر لینی چاہیے کہ عربی کے مرکبات، جملے، عبارتیں یا اجزاء جب اردو میں منقول ہوں تو ان کو عربی طریقے کے مطابق لکھا جائے۔ مثلاً

عَلَى النَّصَبِ	عَلَى الرَّغْمِ	عَلَى الْغُيُومِ
عَلَى الْحِجَابِ	عَلَى الْخُصُوصِ	حَتَّى الْإِمْكَانِ
حَتَّى الْوُشَعِ	بِالْخُصُوصِ	حَتَّى الْمَقْدُورِ
		عَلَى هَذَا الْقِيَاسِ

۴ رَحْمَن ، اِسْمَعِيل

بعض عربی الفاظ میں چھوٹا الف درمیانی حالت میں لکھا جاتا ہے، جیسے :

رَحْمَن ، اِسْمَعِيل ، ان میں سے کئی لفظ اردو میں پہلے ہی پورے الف سے لکھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی یہ تجویز مناسب ہے کہ اردو میں ”ایسے سب لفظوں کو الف کے ساتھ لکھا جائے“

مولانا

سلیمان

ابراہیم

رحمان

یاسین اسحاق لقمان اسماعیل

البتہ جب ایسا کوئی لفظ قرآن پاک کی سورتوں کے نام یا اللہ کے اسمائے صفات کے طور پر استعمال ہوگا تو اس کا اصلی املا برقرار رہے گا۔ عربی ترکیب میں بھی اصلی املا برقرار رہنا چاہیے۔

۵ علیحدہ

علیحدہ یا علیحدہ کو علاحدہ لکھنا چاہیے، اسی طرح علاحدگی (ڈاکٹر عبدالتاواصی)

۶ لہذا

لفظ لہذا کی بھی رائج صورت میں تبدیلی کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ لفظ اسی املا کے ساتھ پوری طرح چلن میں آچکا ہے۔

۷ معتمہ، تمغہ، معمّا، تمغہ

عربی اور ترکی کے کچھ لفظوں کے آخر میں الف ہے، لیکن ان میں سے بعض لفظ ہ سے لکھے جاتے ہیں۔ اس بارے میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ جو لفظ ہ سے رائج ہو چکے ہیں، ان کا املا ہ سے مان لینا چاہیے، باقی الفاظ کو الف سے لکھنا چاہیے :

ذیل کے الفاظ ہ سے صحیح ہیں :

عاشورہ	سقہ	چغہ	شوربہ
الغوزہ	ملغوبہ	ناشتہ	قورمہ

ذیل کے الفاظ الف سے لکھنے چاہئیں :

معا	تماشا	تقاضا	حلو
مربا	مچلکا	بقایا	تمغا

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بھی ان میں سے بیشتر الفاظ کو الف سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔

۸ بالکل ، بالترتیب

ایسے مرکب لفظ اردو میں ابھی خاصی تعداد میں ہیں جو عربی قاعدے کے مطابق الف لام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ ایسے مرکبات کی دو صورتیں ہیں، ایک وہ جہاں الف لام حروفِ شمسی (ت، ث، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ل، ن) سے پہلے آیا ہے اور بعد کا حرف مشدّد بولا جاتا ہے تو الف لام آواز نہیں دیتا، جیسے عبدالستار یا بالترتیب میں۔ دوسرے وہ جن میں الف لام حروفِ قمری (باقی تمام حروف) سے پہلے آیا ہے تو لام تلفظ میں شامل رہتا ہے، جیسے بالکل یا ملک الموت میں۔ ہمیں سید ہاشمی فرید آبادی کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کہ حروفِ شمسی و قمری کا فرق اردو میں اٹھادینا چاہیے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ طریقہ اردو املا کا جز ہو چکا ہے، اس کو بدنام کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کا وہی قدیم املا برقرار رکھنا چاہیے :

فی الحال بالکل انا الحق بالفعل ملک الموت
البتہ یہ ضروری ہے کہ جہاں لام آواز نہ دے وہاں لام کے بعد والے

حرف پر تشدید لگائی جائے، اور ان الفاظ میں الف لام کو اردو کے خاموش حروف تسلیم کر لیا جائے۔ پڑھنے والے کو تشدید سے معلوم ہو جائے گا کہ الف لام تلفظ میں نہ آئے گا :

عبد الستار	شجاع الدولہ	عبد الرزاق
لغات النساء	بالترتیب	فخر الدین

الف محدودہ

الف محدودہ کا مسئلہ صرف مرکبات میں پیدا ہوتا ہے۔ یعنی دل آرام لکھا جائے یا دل آرام۔ ایسی صورت میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کو رہنما بنایا جائے اور مرکب جیسے بولا جاتا ہو، ویسے لکھا جائے۔

سیلاب	تیزاب	برقاب	بغیر مد کے :
خوشامد	زہراب	سیاب	غرقاب
سردابہ	تلخاب	گلاقتاب	دستاویز
		مرغابی	گرمابہ
عالم آرا	دل آویز	گرد آلود	مح مد کے :
دو آبہ	دل آرام	دل آلا	جہان آباد
زہر آلود	قہر آلود	خمار آلود	ابر آلود
ورد آمیز	رنگ آمیز	خون آلود	زنگ آلود
عشق آباد	خانہ آباد	حسن آرا	جہاں آرا

عدم آباد

تنوین

اُردو میں عربی کے ایسے کئی لفظ استعمال ہوتے ہیں جن پر دو زبر آتے ہیں، جیسے فوراً، عموماً، خصوصاً، وقتاً فوقتاً، اتفاقاً۔ تنوین اُردو املا کا حصہ بن چکی ہے۔ اس لیے اسے بدلنا مناسب نہیں۔ چنانچہ فوراً کو فورن لکھنے کی سفارش نہیں کی جاسکتی۔ اس کو فوراً لکھنا ہی صحیح ہے۔ البتہ وہ لفظ تصفیہ طلب ہیں جن کے آخر میں ت آتی ہے۔ ایسے لفظوں کے بارے عربی املا کا اصول یہ ہے کہ اگر ت کسی لفظ کے مادے میں شامل ہے تو تنوین کی صورت میں اُس پر الف کا اضافہ کر کے تنوین لگائی جاتی ہے، جیسے وقتاً فوقتاً۔ لیکن اگر ت مادے میں شامل نہیں تو وہ تائے مُدَوَّرہ کی صورت میں لکھی جاتی ہے اور اس پر دو زبر لگا دیے جاتے ہیں، جیسے عَادۃً۔ اس صورت میں الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا اور تنوین تائے مُدَوَّرہ پر لگائی جاتی ہے۔ اُردو املا میں عام طور سے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، اور تنوین ایسے تمام الفاظ میں الف کا اضافہ کر کے لگائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو تسلیم کر لینا چاہیے :
 ”عربی کلمات کو اُردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے۔ چنانچہ اُردو میں تنوین کے لیے

ت والے لفظوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہوا کہ سب لفظوں کے آخر میں الف کا
 اضافہ کر کے تنوین لکھی جائے، مثلاً

نسبتاً	مروتاً	عادتاً	فروتاً
اراداً	فطرتاً	شکایتاً	کلیتاً
قدرتاً	حقیقتاً	حکایتاً	طبیعتاً
وقتاً	فوقاً	شریعتاً	طاقاً
اشارتاً	مصلحتاً	حقارتاً	وراثتاً
مراحتاً	عقیدتاً	وضاحتاً	شرارتاً
کنایتاً			

ت ، ة

اوپر ہم تنوین کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو اپنا چکے ہیں کہ اُردو کے حروفِ تہجی میں تائے مدّ و نام کی کوئی چیز نہیں۔ لیکن اُردو میں گنتی کے چند عربی الفاظ سے لکھے جاتے ہیں۔ جب تک یہ اسی طرح چلن میں ہیں، ان کو عربی طریقے سے لکھنا مناسب ہے :

مشکوٰۃ

زکوٰۃ

صلوٰۃ

البتہ اس قبیل کے دیگر عربی الفاظ کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی رائے صحیح ہے کہ یہ اُردو میں ت سے لکھے جاتے ہیں، اور اسی طرح چلن میں آپکے ہیں۔ چنانچہ ان کو ت ہی سے لکھنا چاہیے۔

بابت
توریت

نجات
مسماۃ

حیات
منات

ت ، ط

اُردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جو ت اور ط دونوں سے لکھے جاتے ہیں، ان کے املا میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

ذیل کے الفاظ ت سے صحیح ہیں :

تپش	تہران	تپاں
تیار	تیاری	توتا۔
	ناتا (رشتہ)	

ذیل کے الفاظ کو ط سے لکھنا صحیح ہے :

غلطاں	طشت	طشتری
طمانچہ	طہاسپ	طوطی

ذ، ز، ژ

گذشتہ، گزارش

فارسی مصادر گذشتن، گذاشتن اور پذیرفتن کے جملہ مشتقات بقول ڈاکٹر
عبدالتاوا صدیقی ذال سے لکھنے صحیح ہیں۔

گذشتہ	گذشتگان	گذرگاہ	درگذر
رہ گذر	راہ گذار	پذیرفتہ	پذیرائی
سرگذشت	واگذاشت	اثر پذیر	دل پذیر

گزاردن (معنی ادا کرنا، پیش کرنا) کے مشتقات کو ز سے لکھنا صحیح

ہے، جیسے :

گزارش	باج گزار	خدمت گزار	شکر گزار
نماز گزار	عرضی گزار	مال گزاری	

گزرنا اور گزارنا اگرچہ گذشتن سے ہیں لیکن تہنید اور تارید کے عمل سے گزر کر
اردو کے مصدر بن چکے ہیں، اس لیے ان کی تمام تصریفی شکلیں ز سے لکھی جانی
چاہئیں، اسی طرح گزارا اور گزرانا بھی ز سے لکھنے مناسب ہیں۔

اس سلسلے کے بعض متنازعہ فیہ الفاظ جن سے ڈاکٹر صدیقی نے اور دوسروں

نے بحث کی ہے، یہ ہیں :

آزر : حضرت ابراہیم کے والد یا چچا کا نام ز سے ہے جیسے : آزر بت تراش۔
اور آگ کے معنی میں یہ لفظ ذال سے ہے جیسے : آذر کدہ ، بہ معنی
آتش کدہ۔ اور آذر فشاں ، بمعنی آتش فشاں۔ نیز ذال ہی سے ایک
رومی جینے کا نام بھی ہے۔

ذره : (کسی چیز کا بہت چھوٹا ٹکڑا)

ذرا : (تمھوڑا ، قلیل) اگرچہ ڈاکٹر صدیقی نے ز سے لکھنے پر زور دیا ہے لیکن
کیٹی اس کی تائید نہیں کرتی۔

ذات : (نفس شخص ، قوم ، نژاد ، ہندی جات)

زخار : (بحر زخار)

آزوقہ : (غذائے قلیل)

ازدحام : (آزدہام ، آزدحام ، ازدہام غلط ہے۔)

۲ ث

ذیل کے لفظوں کا صحیح املا ث سے ہے :

مژدہ	مژہ	ارژنگ	واژوں	مژگاں
پژردہ	آژور	ژالہ	ژاژ	پژمردگی
نژاد	ژولیدہ	آژدہا	ٹیلی ویژن	

ث ، س ، ص

قصائی : اس کا رائج املا ص سے ہے ، اور یہی صحیح ہے ۔
مسالا : دہلی میں ” مصالح “ تھا۔ لکھنؤ میں ” مسالا “ ہو گیا ۔ اسی صورت کو
اختیار کرنا چاہیے ۔
مسل : رودادِ مقدمہ کے معنی میں اس کا املا س سے رائج ہے ، اسی کو
اپنانا چاہیے ۔

نون اور نون غنّہ

گنبد ، انبار ، کھمبا ، پچمپا
 کسی لفظ میں نون کے بعد ب ہو تو نون کی آواز م میں بدل جاتی ہے۔
 لکھنے میں تو نون ہی آتا ہے، لیکن پڑھا م جاتا ہے جیسے گنبد، انبار، جنبش،
 دنبہ، شنبہ، تنبورہ، سنبل، عنبر۔ اس ضمن میں دقت دیسی الفاظ میں پیدا
 ہوتی ہے جن میں کچھ تو نون سے لکھے جاتے ہیں اور کچھ کو م سے لکھنے کا رواج
 ہے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ ایسے دیسی الفاظ (علاوہ ناموں کے، انبالہ،
 کنبوہ) میم سے مرتج ہیں :

تمباکو	تمبولی	کھمبا
اچھمبا	پچمپا	امبر (بمعنی آسمان)
(لیکن جہاں نون ساکن غیر مصلی ہو، وہ نون کی آواز نے گا اور نون ہی لکھا جائے گا، مثلاً کنبہ)۔		

۲ گننا ، سُنا

اُردو میں کئی مصدر ہیں جن میں دو نون ہیں۔ جیسے بُنا، گننا، سُنا۔
 ان میں ایک نون تو مادہ فعل کا ہے، دوسرا علامت مصدر کا (بُننا، گننا، سُنا)۔

سنہنا) اکثر غلطی سے ایسے مصدر روں کو مشدّد نون سے لکھا جاتا ہے (بُنا،
گنا، سُنا)۔ اصول یہ ہے کہ ایسے تمام مصدر روں میں دو نون لکھنے چاہئیں۔
اس سے ذیل کے جوڑوں میں املا کا امتیاز بھی ملحوظ رہے گا :

بننے (فعل)	:	بنے (لقب)
پُسنی (فعل)	:	پُسنی (دوپٹہ)
سُسنی (فعل)	:	سُسنی (فرقہ)

۳ نون غنّہ

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ ”نون غنّہ“
ہمیشہ منفصل لکھا جائے۔ (بان س، پھان س، ہن سے گا)۔ عام قاعدہ ہے
کہ لفظ کے آخر میں نون غنّہ بغیر نقطے کے لکھا جاتا ہے۔ البتہ (ابتدائی کتابوں
میں یا جب ضرورت ہو) لفظ کے بیچ میں نون غنّہ کو اُلٹے قوس کی علامت
سے ظاہر کرنا چاہیے :

بیچ میں :

ہوٹ پھانڈ اینٹ بونچ چاند

آخر میں :

ماں جاؤں بولیں نظروں کتابیں

۴ سنجائی، بٹائی

لفظ کے مادے یا مصدر میں جہاں نون غنّہ ہے وہاں ماخوذ شکلوں میں

کہیں تو نون غنہ لکھا جاتا ہے، اور کہیں نہیں۔ زیادہ تر یہ صورت متعدی (CAUSATIVE)

شکلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ جیسے بانڈھنا سے بندھوانا اور ڈھونڈھنا سے ڈھنڈوانا یا پھینکنا سے پھنکوانا اور پھنسا سے پھنسوانا۔ اس بارے میں صوتی حقیقت یہ ہے کہ اگر نون غنہ کے بعد مسموع (VOICED) آواز ہے تو نون غنہ پورا ادا ہوگا جیسے بندھوانا ڈھونڈھوانا، اور اگر نون غنہ کے بعد غیر مسموع (UNVOICED) آواز ہے تو غنیت کمزور پڑ جائے گی جیسے پھنکوانا پھنسوانا میں۔ تاہم چونکہ ان لفظوں میں غنیت کا وجود ہے خواہ ضعیف کیوں نہ ہو، ایسے تمام لفظوں میں نون غنہ لکھنا چاہیے :

سینچنا سے سینچوانا : سینچائی
ہنسا سے ہنسوانا : ہنسائی
کھینچنا سے کھینچوانا : کھینچائی

البتہ ذیل کے ماخوذ لفظوں میں غیر مسموع آواز سے پہلے کی ضعیف غنیت بھی اُردو کے ارتقائی سفر میں زائل ہو چکی ہے، نتیجتاً یہ لفظ نون غنہ کے بغیر رائج ہو گئے ہیں اور یہی صحیح ہے :

باتنا سے بٹنا، بٹوانا، بٹانا، بٹوائی، بٹوارا
پونچھنا سے پچھوانا، پچھنا
جاچھنا سے چھنا
چھانٹنا سے چھٹوانا، چھٹنا، چھٹنی، چھٹائی

۵ گاؤ، پاؤ، گاؤں، پاؤں

اُردو میں یہ الفاظ کئی طرح سے لکھے جاتے ہیں، جیسے گاؤ، گاؤں،

گانوں، گانوں۔ اس انتشار کو دور کرنے کے لیے ان کا ایک املا اختیار کرنا ضروری ہے۔ دیکھا جائے تو اُردو میں گاؤں (اسم) اور گاؤں (مضارع گانا سے) دونوں نون غنۃ سے بولے جاتے ہیں۔ گانو، پاؤ ان لفظوں کا قدیم املا ہے جس کو اُردو ترک کر چکی ہے۔ اس پر اصرار کرنا ایک طرح سے رجعتِ قہقری ہے۔ چنانچہ جو حضرات اس پر اصرار کرتے ہیں، ان کی رائے کو ماننے میں ہمیں تاثر ہے، ایسے تمام لفظوں کو آخری نون غنۃ ہی سے لکھنا مناسب ہے :

گاؤں پاؤں چھاؤں

۶ مہندی، مہنگی

ان الفاظ کے رائج املا میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ ان کا وہی املا صحیح ہے جو رواج عام میں ہے :

مہندی مہنگی مہنگائی لہنگا بہنگی

۷ چانول، گھانس

ذیل کے الفاظ نون غنۃ کے ساتھ متروک ہیں۔ ان کو نون غنۃ کے بغیر لکھنا چاہیے :

چانول گھانس سوچنا پھونس کونچہ

ذیل کے الفاظ نون غنۃ کے ساتھ صحیح ہیں :

کینچلی جھونپڑا کنواں

واؤ

اوس، اودھر
قدیم اردو میں اعراب بالحدود کا عام رواج تھا۔ خاص طور سے پیش کو ظاہر کرنے کے لیے واؤ لکھتے تھے، مثلاً:

اوس اودھر اوٹھانا موٹہ
ایسے تمام الفاظ کو اب بغیر واؤ کے لکھنا چاہیے۔ دوکان نہیں، بلکہ دُکان یعنی بغیر واؤ مرجم صورت ہے۔

۲ لوہار، لہار

اردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جن کی اصل میں تو واؤ موجود ہے، جیسے لوہا، موچھ سونا، لیکن ان سے نکلنے والے لفظوں کا تلفظ چونکہ پیش سے ہوتا ہے، اس لیے انہیں بغیر واؤ کے لکھنا چاہیے، جیسے: لہار، سنار۔ بعض دوسرے الفاظ جن میں واؤ لکھنے کی ضرورت نہیں، نیچے درج ہیں:

پہنچنا پہنچانا پہنچ بڑھاپا اُدھار

دُلا رَی دُلا رَی دُلا رَی

دُلهن / دُولہن، دُہرا / دُہرا، مٹاپا / مٹاپا، ٹکیلا / ٹکیلا دونوں طرح رائج ہیں۔ البتہ دوہا کے معنی میں صرف دوہرا رائج ہے، اور دوگانہ بمعنی نماز اور دُگانہ (دُگانا) بمعنی سہیلی ہے۔

۳ ہندوستان، ہندوستان

دونوں صحیح ہیں۔ البتہ لفظ ہندوستانی بغیر واؤ مرجح ہے۔

۴ جز، جزو

جز، جزو بمعنی ”حصہ، ٹکڑا“ دونوں صحیح ہیں، اور اردو میں متعمل ہیں، جیسے :
جزیرس، جزردان، جزو بدن۔ جز بمعنی ”سوا“ الگ لفظ بھی ہے۔ انھیں خلط ملط نہیں کرنا چاہیے :

ع قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کُل

ع جزو قیس کوئی اور نہ آیا بروئے کار

۵ روپے، روپیہ

ان لفظوں کو کئی طرح لکھا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ رائج املا روپیہ، روپے ہے، اور اسی کی سفارش کی جاتی ہے۔

۶ دُگنا، دوگانا

یہ دو الگ الگ لفظ ہیں، ان کو اسی طرح لکھنا چاہیے۔ اس بارے میں

اصول یہ ہے کہ وہ مرکب الفاظ جن کا پہلا جز ”دو“ ہے، مع واؤ لکھے جاتے ہیں، جیسے:

دو گنا	دو آہ	دو آتش	دو راہ
دو چار	دو پہر	دو رنگا	دو سخنا

البتہ کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں واؤ نہیں بولا جاتا۔ ان کا املا بغیر واؤ کے رائج ہے اور انھیں پیش ہی سے لکھنا صحیح ہے :

دگنا دلائی

۷ واؤ معدولہ

اردو میں واؤ معدولہ دو طرح سے آتا ہے۔ اول ایسے الفاظ میں جہاں واؤ کے بعد الف ہے۔ ان لفظوں یہ دُہرا مصوتہ (DIPHTHONG) ہے، اور واؤ کا تلفظ پیش کا سا ہوتا ہے، جو بعد میں آنے والے الف کے ساتھ ملا کر بولا جاتا ہے، جیسے :

خواب	خواجہ	خواہش	خوار	خواہ
خدا نخواستہ	استخواں	افسانہ خواں	درخواست	

الف والے الفاظ میں واؤ معدولہ کا صوتی ماحول طے ہے، اور تلفظ میں کسی مغالطے کا امکان نہیں۔ البتہ خود، خوش جیسے الفاظ میں (جو تعداد میں بہت کم ہیں) ابتدائی کتابوں کے لیے چھوٹی لکیر کی علامت کو اپنایا جاسکتا ہے، جیسے :

خود	خوش	خودی	خورشید	خورد
-----	-----	------	--------	------

ہائے خفی

بھروسہ، بھروسا

ہائے خفی کئی مستعار الفاظ کے آخر میں آتی ہے (غنجہ، کشتہ، درجہ، پردہ، زردہ، دیوانہ، شکفتہ، جلسہ) ویسی لفظوں کے آخر میں الف ہوتا ہے (بھروسا، گملا، اکھاڑا، اڈا، دعبا، انڈا) ہائے خفی حرف نہیں، ایک طرح کی علامت ہے جس کا کام لفظ کے آخر میں حرفِ ماقبل کی حرکت کو ظاہر کرنا ہے۔ ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ ”اُردو میں مخفی ہ کا وجود نہیں اور یہ ویسی الفاظ کے آخر میں نہیں آسکتی۔“ واقعہ یہ ہے کہ چند ویسی الفاظ میں آخری مُضمّتے (حرفِ صحیح) کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے اُردو املا میں سوائے خفی ہ کے کسی اور علامت سے مدد لی ہی نہیں جاسکتی، جیسے روپیہ، پیسہ، نہ، یہ۔ البتہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا یہ قول صحیح ہے کہ اُردو والوں نے مخفی ہ کی اصلیت کو بھلا دیا اور ٹھیکہ اُردو لفظوں میں مخفی ہ لکھنے لگے۔ چنانچہ اصول یہ ہونا چاہیے کہ ایسے تمام ویسی لفظوں کو جو دوسرے الفاظ کی نقل میں خواہ مخواہ خفی ہ سے لکھے جاتے ہیں، الف سے لکھنا چاہیے :

بھوسا	اڈا	سندیا	ٹھیکا	بھوسا
آرا	راجا	آنولا	دھوکا	ڈاکیا
ڈھانچا	اکھاڑا	انٹرا	انگارا	انگرکھا
بتاشا	بٹوا	بیرٹا	باجا	بلبلا
بنجارا	پانسا	پٹاخا	پٹارا	پٹرا
پھاوڑا	پھیمپھرا	نگوڑا	توہڑا	جالا
ٹھپٹا	ٹڈا	پھندا	ہنڈولا	کٹورا
چبوتر	چٹھارا	دھندا	رجوڑا	چٹکلا
موگرا	دسہرا	ڈبیا	خراٹا	ساچا
سہرا	کھاجا	کیوڑا	گھونڈا	

تکیہ عربی اور دریہ فارسی لفظ ہے اور یہ ہائے خفی سے صحیح ہیں۔ آریہ اور چاولہ
 دیسی الفاظ ہیں، لیکن ان کا املا ہائے خفی سے اس حد تک راسخ ہو چکا ہے کہ
 انہیں مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔

۲ تصرفی الفاظ

وہ تمام تصرفی شکلیں جن میں عربی فارسی کا کوئی جز ہو، لیکن اس کی تہنید
 ہو چکی ہو، الف سے لکھنی چاہئیں:

چوراہا	بالخورا	پھمباہا	بے فکر	نودوتا
کبابیا	بسترا	دسپنا	سترنگا	نصیبا

دورِ خا خون خرابا ^{۷۲} تمھکا ماندا شیخی خورا خوجا

البتہ ذیل کے الفاظ ہ سے مرع ہیں :

نقشہ	خاکہ	بدلہ	مالیدہ	امام باڑہ
ہرج و مرجہ	غنڈہ	غبارہ	آب خورہ	یک منزلہ
تولہ	ماشہ	زردہ	سموسہ	زنانہ

۳ یورپی الفاظ

یورپی زبانوں سے آیا ہوا جو لفظ جس طرح مستعمل ہو، اس کے رائج املا کو صحیح ماننا چاہیے، البتہ جو لفظ رواج میں نہیں، انھیں الف سے لکھنا مناسب ہوگا :

کمرہ ڈراما فرما سوڈا

۴ پٹنہ، آگرہ

ڈاکٹر عبدالتبار صدیقی کے اس قول کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ شہروں (ملکوں) جگہوں کے ناموں کو اس طرح لکھا جانا چاہیے جس طرح وہ رائج ہیں :

آگرہ کلکتہ پٹنہ باندہ ٹانڈہ

امروہہ انبالہ

بہالہ، بہالیہ، افریقہ، امریکہ اور مرہٹہ کو بھی ناموں کی اس فہرست میں شامل

۵ دانا، دانہ

ذیل کے جوڑوں میں سب حروف مشترک ہیں، سوائے آخری حرف کے
یعنی پہلے لفظ میں آخری حرف الف ہے اور دوسرے میں ہائے خفی۔ یہ الگ
الگ لفظ ہیں اور ان کے الگ الگ معنی ہیں۔ چنانچہ ان کے املا کا تعین
ان کے معنی سے ہوگا :

دانا (جاننے والا، عقل مند)	:	دانہ (بیج، مال، دانہ گندم)
چارا (مویشیوں کی خوراک)	:	چارہ (علاج، مدد)
خاصا (اضافے کے معنی میں)	:	خاصہ (طبیعت، عادت)
جیسے : اچھا خاصا	:	خاصہ (عام کی ضد، امیڑوں کا کھانا)
پارا (سیاب)	:	پارہ (ٹکڑا، حصہ)
لالا (لقب)	:	لالہ (گلِ لالہ)
نالہ (بڑی نالی)	:	نالہ (نالہ و فریاد)
پیتا (درخت کا پتہ)	:	پتہ (نشان، مقام)
نا (کلمہ نفی)	:	نہ (مخفف کلمہ نفی)
آنا (مصدر)	:	آنہ (پرانے روپے کا سولہواں حصہ)

۷۳ روپیہ کے لیے دیکھیے صفحہ ۶۸ - روپیہ آنہ کی طرح پیسہ کو بھی ہائے خفی سے لکھنے کا رواج ہے اور
اسی کی سفارش کی جاتی ہے۔

۶ پردے، جلوے (محرّف شکلیں)

جب ہائے خفی والے الفاظ (پردہ، عرصہ، جلوہ، قصہ) محرّف ہوتے ہیں تو تلفظ میں آخری آواز سے ادا ہوتی ہے۔ املا میں بھی تلفظ کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ ایسے تمام الفاظ کی محرّف شکلوں میں سے لکھنی چاہیے :

بندے (کا)	پردے (پر)	عرصے (سے)
جلوے (کی)	مے خانے (تک)	افسانے (میں)
غصّے (میں)	مدرسے (سے)	مرثیے (کے)

۷ موقعہ، معہ

مندرجہ ذیل لفظوں میں ہائے خفی کا اضافہ غلط ہے۔ ان کا صحیح املا یوں ہے :

موقع مع مصرع بابت آیت

۸ سنہ، سن

سنہ بمعنی سال کو اکثر بغیر ہ کے سن لکھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ یہ دو الگ الگ لفظ ہیں۔ سنہ بمعنی سال ہائے خفی سے ہے جیسے سنہ ۱۸۵۰ء یا سنہ ہجری یا سنہ عیسوی۔

سن کے معنی "عمر کے ہیں۔ یہ لفظ بغیر ہ کے ہے۔

۵۰ برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

۹ جگہ ، توجہ ، بہ ، تہ

ایسے الفاظ میں اگر ہائے ملفوظ یعنی جو ہائے آواز دیتی ہو، اور ہائے خفی یعنی جو ہائے آواز نہ دیتی ہو، اُن کا فرق ظاہر کرنا مقصود ہو تو اس کے نیچے شوشہ لگایا جاسکتا ہے، بصورتِ دیگر اس کی ضرورت نہیں، جیسے :

بہ	مصدر سے	بہنا
سہ	مصدر سے	سہنا
کہ	مصدر سے	کہنا

۱۰ کہ ، یہ

کہ (کافِ بیانیہ) اور یہ میں ہ کی آواز عموماً ادا نہیں ہوتی یا بہت کمزور ادا ہوتی ہے۔ یہ کو یہ لکھنے پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ کہ اور یہ کو ہ کی نشکن کے بغیر لکھنا ہی مناسب ہے۔

ہائے مخلوط

کچھ ، کچھہ ؛ مجھ ، مجھہ

ایک زمانے میں اردو میں ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے لیے کسی ایک صورت کا تعین نہیں تھا۔ عربی اور فارسی میں تو ہکار آوازیں ہیں ہی نہیں ؛ اس لیے کسی خلطِ بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اردو کا معاملہ دوسرا ہے۔ ہند آریائی زبان ہونے کے ناتے بخلاف عربی اور فارسی کے اردو میں ہکار آوازوں کا پورا سیٹ موجود ہے۔ اردو میں ان کے لیے اگرچہ الگ سے حروف نہیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ پچھ بھ ، تمھ دھ ، ٹھ ڈھ ، پچھ جھ ، کھ گھ اور ڈھ اردو کی بنیادی آوازیں ہیں۔ نیز رھ ، لھ ، مھ ، نھ ، وہ اور یھ میں بھی ہکاریت کا ثائبہ ہے۔ اردو میں ان کے لیے اگر ہائے مخلوط کو مخصوص نہ کر دیا جائے تو ایک طرح کی بے راہ روی پھیلتی ہے۔ مثلاً ہے اور ہے ، چاہیے اور چاہیے دونوں املا رائج ہیں۔ یہاں تک کہ گھر اور گہر ، مجھ کو اور مجھکو ، ساتھ اور ساتھہ ، کچھ اور کچھہ ، بھر اور بہر ، پھر اور پہر ، پھاڑ اور پہاڑ ، بھن اور بہن ، دھلی اور دہلی ، بھاری اور بہاری میں بھی ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

۷۷

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی نے سفارش کی تھی اگرچہ دھ، ڈھ، ٹھ لکھنے میں دو حرف ہیں، لیکن ایک ہی آواز ادا کرتے ہیں، اس لیے ان کو ملا کر لکھنا چاہیے: دھ، ڈھ، ٹھ (لفظوں کی شکلیں یہ ہوں گی: دھن، دھرتی، پڑھنا) ان حروف کا ایک آواز کو ادا کرنا تسلیم، لیکن اردو میں متعدد صورتوں میں ایسے ہیں جنہیں (لفظ کے شروع میں) ایک سے زائد حروف سے لکھنا پڑتا ہے: ایک، اور، اکھ، اُون، اوج وغیرہ۔ چنانچہ ہماری رائے ہے کہ د، ڈ، ٹ کے ساتھ ہائے مخلوط کو ملا کر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ چلن میں بھی نہیں آئی۔ البتہ یہ اصول واضح طور پر اپنالینا چاہیے کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازیوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے، اور ان تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں، تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط یعنی ہائے دوچشمی سے لکھنا چاہیے:

پھول	بھول	بھاری	جھاڑ	پھاڑ
پتھر	بھر	پھر	دکھ	سکھ
دودھ	گھوڑا	چھتری	گھونٹ	جھوم
بھانڈ	پھونک	تھوڑا	پڑھ	بڑھ
مجھ	تجھ	کچھ	پھلجھری	

۲ گیارھواں، تمھارا

اردو میں رھ، لھ، مھ، نہھ، دھ، یھ میں بھی ہائے مخلوط کا اثر ملتا ہے۔ اس لیے ذیل کے لفظوں کو ہائے مخلوط ہی سے لکھنا چاہیے:

گیارھواں بارھواں تیرھواں کوٹھو کلھڑ

٤٨ تمھارا کھار ننھا ننھیال

اب، کب، جب، سب نیز ان، جن، تم وغیرہ کے ساتھ جب، ہی، ملا کر بولا جاتا ہے تو ہائے مخلوط کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ایسے تمام لفظوں کو بھی ہائے مخلوط سے لکھنا مناسب ہے:

ابھی کبھی جبھی سبھی تمھاری
انھیں تمھیں تمھارے جنھیں

۳ . بھابھی ، بھابی

اُردو میں وہ الفاظ جن میں دو ہائے مخلوط آتی ہیں، دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو کسی نہ کسی طرح کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے بھن بھناہٹ، پھن پھناہٹ، تھرتھراہٹ، جھل جھلاہٹ، یہ صوتی الفاظ ہیں۔ ان میں اجزا کی تکراری نوعیت چونکہ کسی نہ کسی جتنی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے، اس لیے ایسے الفاظ میں دونوں ہائے مخلوط (ہکاریت) جزو اصلی کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ان کو جوں کا توں لکھنا چاہیے:

بھن	:	بھننا
تھرتھراہٹ	:	تھرتھراہٹ
کھڑکھڑاہٹ	:	کھڑکھڑاہٹ
بھن	:	بھناہٹ
چھن	:	چھناہٹ
کھٹ	:	کھٹاہٹ

لیکن بعض مفرد الفاظ میں دوسری ہائے مخلوط زائل ہو جاتی ہے، جیسے بھابی، بھابھی۔
ایسے الفاظ کو ایک ھ سے لکھنا مرشح ہے :

بھابی	پھوپھی
بھبھوکا	ڈھبھٹ
بھبھکی	بھبھک
بھبھوڑنا	گھونگنا
	گھنگرو

۴ ھے ، ہے

بعض لوگ فارسی کی نقل میں، یا محض اپنی پسند کے طور پر لفظ کے وسط یا شروع میں آنے والی ہائے ہتھوڑ کو لٹکن والی ہ کے بجائے دو چشمی ھ سے لکھتے ہیں۔ یہ اصول کے خلاف اور غلط ہے :

غلط	صحیح
ھے	ہے
ھوا	ہوا
ھندوستان	ہندوستان
دھلی	دہلی
ھمیشہ	ہمیشہ وغیرہ

ہمزہ

عربی میں ہمزہ ایک مستقل آواز ہے۔ اُردو میں اس کی وہ صوتی حیثیت نہیں، تاہم اُردو میں ہمزہ عربی سے ماخوذ لفظوں کے علاوہ بہت سے ویسی لفظوں کے املا میں بھی استعمال ہوتا ہے (جیسے آؤں، جاؤں، کھائے، پائے، لکھنؤ، لیکٹی) چنانچہ اُردو املا کا تصور ہمزہ کے بغیر کیا ہی نہیں جاسکتا۔ انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی اصلاح رسم خط نے ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کی تجویز پر سفارش کی تھی ”ہمزہ جب کسی منفصل حرف کے بعد آئے تو بالکل جدا لکھا جائے“ جیسے آؤ، آؤی، جاؤ، آؤیں، بھاء، سوس، آؤی، ساء، ل، گھاء، ل، واء، ساء، تاء، واء، واء، جاء، رعاء۔ لیکن یہ رائج نہیں ہو سکا۔ ہمزہ حرف یا شوشے کے اوپر ہی لکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں، چنانچہ اسی طریقے کو قبول کر لینا چاہیے۔ البتہ اُردو میں ہمزہ کے استعمال میں جو بے قاعدگیاں راہ پاگئی ہیں، اُن کو ذیل کے اصول اپنالینے سے دور کیا جاسکتا ہے۔

ہمزہ کا استعمال -

اُردو میں ہمزہ کے استعمال کے بارے میں یہ آسان سا اصول نظر میں ہونا چاہیے:

جس لفظ میں بھی دو صو تے (حرفِ علت یا حرکات) ساتھ ساتھ آئیں اور

اپنی اپنی آواز دیں (پوری یا جزوی) وہاں ہمزہ لکھا جائے، جیسے :

کوئی	جا + ئے	کھا + وُ	دکھا + ئیں	نا + ئی
لکھنے + وُ	غا + ئِب	فا + ئِدہ	جا + وُن	جا + ئِز

اس بات کو بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اردو میں ہمزہ لفظ کے درمیان الف متحرک کا قائم مقام ہے۔ (مثلاً عزرا، ایل، سا، ایس، یا جا، از، جا + اؤں)۔

۲ ہمزہ اور الف

عربی کے متعدد مصادر، جمعوں اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے :

ابتداء	انتہاء	املاء	انشاء	شعراء
حکماء	ادباء	علماء	فقراء	وزراء

اردو میں یہ لفظ الف سے بولے جاتے ہیں۔ اس لیے انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے :

ابتدا	انتہا	املا	انشا	شعرا
حکما	ادبا	علما	فقرا	وزرا

البتہ اگر ایسا لفظ کسی ترکیب کا حصہ ہو تو ہمزہ کے ساتھ جوں کا توں لکھنا چاہیے :

إنشاء اللہ	ضیاء الرحمن	ذکاء اللہ
ثناء الحق	ثناء اللہ	بہاء اللہ

ضیاء الدین علاؤ الدین

۳ جَرَآت، تَأَثَّرُ، مُؤَرِّخ، مُؤَثَّر

عربی میں ان الفاظ پر ہمزہ لکھا جاتا ہے۔ اگر عربی الملاکی تقلید کرتے ہوئے ایسے الفاظ پر ہمزہ لکھا جائے (جیسے جَرَآت، تَأَثَّرُ، تَأَسَّفُ، تَأَمَّلُ، مُؤَرِّخ) تو اسے اردو میں غلط نہ سمجھا جائے۔ لیکن ہماری سفارش یہ ہے کہ یہ لفظ اردو میں چونکہ بیشتر ہمزہ کے بغیر لکھے جاتے ہیں، انہیں ہمزہ کے بغیر لکھنا بھی صحیح سمجھا جائے۔

جَرَآت	تَأَثَّرُ	تَأَسَّفُ	تَأَمَّلُ
مؤرخ	متاثر	متاثر	مؤثر
مؤذن	مؤدب	مؤث	مؤث

۴ ہمزہ اور واؤ

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے افعال آؤ، جاؤ اور حاصل مصدر بناؤ (سنگھار) اور (رکھ) رکھاؤ کے تلفظ میں فرق کیا ہے اور حاصل مصدر بناؤ، رکھاؤ وغیرہ کو ہمزہ کے بغیر لکھنے کی سفارش کی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ہندی میں تو بے شک ایسے لفظ آخری واؤ سے بولے جاتے ہیں، لیکن اردو بول چال میں افعال آؤ، جاؤ، پاؤ، کھاؤ اور حاصل مصدر بناؤ، پاؤ (سیر) رکھاؤ، بچاؤ ایک ہی طرح بولے جاتے ہیں، یعنی ان سب میں دوہرے مصوتے کی آواز آتی ہے۔ اس لیے ان کا فسرق غیر ضروری ہے اور یہی چلن بھی ہے۔ چنانچہ ایسے تمام لفظوں میں ہمزہ لکھنا چاہیے :

اسما: الاؤ او دلاؤ پلاؤ تاؤ چاؤ

راؤ گاؤ باؤ گولا گھماؤ
 حاصل مصدر: بچاؤ پتھراؤ بہاؤ دباؤ
 گھماؤ پھراؤ ابھراؤ چھڑکاؤ چناؤ
 جھکاؤ سمجھاؤ بناؤ سنگار بھاؤ تناؤ
 گھاؤ جماؤ (جماؤ امر اور جماؤ حاصل مصدر کی آوازیں کوئی فرق نہیں)
 امر: امر کی سب شکلیں ہمزہ کے ساتھ صحیح ہیں،
 آؤ جاؤ لاؤ کھاؤ اڑاؤ

۵ پانو، چھانو، پاؤں، چھاؤں

ان الفاظ کی بحث کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۶۵

۶ ہمزہ یا می

ہمزہ کے سلسلے میں ایک بڑی دقت یہ ہے کہ چاہیے میں ہمزہ کیوں نہیں
 لکھنا چاہیے اور جائیے میں کیوں لکھنا چاہیے، یا کئی، گئے اور گئی کو تو ہمزہ سے لکھا
 جاتا ہے، لیکن کیے، لیے اور دیے کو ہمزہ سے کیوں نہ لکھا جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ
 کسرے اور اعلان کی می (نیم منصوتہ می) کا مخرج ساتھ ساتھ ہے چنانچہ چاہے، لیے،
 ل، یے، دیے میں بالترتیب ہ، ل اور د کے زیر کے بعد دوسرے
 منصوتے تک جانے سے پہلے زبان می کے مخرج سے گزرتی ہے، جس سے می کا
 شائبہ پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ اس کے برعکس ک، ہی، گ، بے، گ، ہی میں

(۱) اگر حرف ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہیں آئے گا، یہی لکھی جائے گی، جیسے :

دیکھیے لیجیے کیجیے اٹھیے
 بولیے بیٹھیے کھولیے تولیے

وہ تمام فعل جن کے مادے کے آخر میں الف یا واو آتا ہے، اس اصول کے تحت ہمزہ سے لکھے جائیں گے۔ ان میں ایک حرف علت تو مادے کا، دوسرا تعظیمی لاحقہ ایے کا (فرما ایے، جا ایے) مل کر اپنی اپنی آواز دیتے ہیں، اس لیے ہمزہ کے استعمال کا جواز پیدا ہو جاتا ہے :

فرمائیے جائے آئیے کھوئیے سوئیے
اسی طرح گئے، گئی، گئے میں یائے سے پہلا حرف مفتوح ہے۔ چنانچہ ان لفظوں
کو بھی ہمزہ سے لکھنا صحیح ہے۔

۷ ہمزہ اورے

ذیل کے الفاظ میں الف اور یاے دوہرے مصوتے کے طور پر بولے جاتے ہیں، اس لیے ان میں ہمزہ لکھنا صحیح ہے :

گائے (اسم) گائے (گنا سے)

پائے (اسم) پائے (پانا سے)

رائے (سوہن لال) یا رائے (بہادر) یا رائے صاحب

چائے

(اُردو بول چال میں گائے (اسم) اور گائے (مضارع گنا سے) کے تلفظ میں کوئی فرق نہیں)

ذیل کے لفظ بھی بالعموم دوہرے مصوتے سے بولے جاتے ہیں، اس لیے ان کو بھی ہمزہ سے لکھنا مناسب ہے :

جائے بجائے سوائے

نائے سرائے رائے (عامہ)

واؤ یائے

۸ آزمائش ، نمائش

فارسی کے وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں شس ہوتا ہے، اُردو میں دوہرے مصوتے کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ہمزہ سے لکھنا صحیح

۸۶
ہے۔ فارسی میں البتہ آزمائش، نمائش لکھنا مناسب ہے، لیکن اردو میں ان کے تلفظ میں ی کی آواز کا شائبہ تک نہیں۔ اردو میں ان کو ی سے لکھنے پر اصرار کرنا محض فارسی کی نقالی ہے۔ اردو میں ان الفاظ کو ہمزہ سے لکھنا ہی صحیح ہے، اور چلن بھی یہی ہے :

آزمائش نمائش آسائش تائش

اسی طرح ذیل کے الفاظ کا املا بھی ہمزہ سے مرعج ہے :

آئندہ نمائندہ پائندہ نمائندگی سائل
شائع شائق قائم دائم مائل
وغیرہ کو ی سے غلط لکھا جاتا ہے۔ ان کا صحیح املا ہمزہ ہی سے ہے۔

۹ ہمزہ اور اضافت

ہمزہ اور اضافت کے تین نہایت آسان اصول درج کیے جاتے ہیں جو لفظوں کی تمام صورتوں کو حاوی ہیں :

(۱) اگر مضاف کے آخر میں ہائے خفی ہے تو اضافت ہمزہ سے ظاہر کرنی چاہیے :

خانہ خدا جذبہ دل نغمہ فردوس نالہ شب
نشہ دولت جلوہ مجاز تشنہ کربلا نذرانہ حقیقت

(۲) اگر مضاف کے آخر میں الف، واو یا یائے ہے تو اضافت ئے سے

ظاہر کرنی چاہیے :

اردوئے معلیٰ صدائے دل نوائے ادب

کوئے یار بوئے گل^{۸۷} دعائے سحری
دنیا ئے فانی گفتگوئے خاص

بعض حضرات ایسی ترکیبوں میں ہمزہ استعمال نہیں کرتے لیکن درحقیقت مضاف اور مضاف الیہ یا موصوف اور صفت کی درمیانی آواز جو مختصر مصوتہ ہے، وہ ماقبل کے طویل مصوتے (الف یا واؤ) سے مل کر دوہرا مصوتہ بن جاتا ہے۔ اصول ہے کہ جہاں دوہرا مصوتہ ہوگا وہاں ہمزہ لکھا جائے گا۔ چنانچہ ایسی ترکیبوں میں ہمزہ لکھنے کا جو چلن ہے، اُسے جائز سمجھنا چاہیے۔ (البتہ فارسی کا معاملہ الگ ہے۔ فارسی میں نوای ادب، بوی گل لکھنا صحیح ہے)۔

می یا سے پر ختم ہونے والے الفاظ بھی اسی طرح ہمزہ ہی سے مضاف ہوں گے کیونکہ یہ بھی دوہرے مصوتے سے بولے جاتے ہیں :

شوخی تحریر	زندگی جاوید	رنگینی مضمون
مئے رنگین	رائے عامہ	سرائے فانی
تنگ نائے غزل	والی ریاست	گیسوئے شب

(۳۱) باقی تمام حالتوں میں اضافت کسرے سے ظاہر کی جائے گی، جیسے :

(۱) مصمتوں یعنی حرفِ صحیح پر ختم ہونے والے الفاظ :

دلِ درد مند	دامِ موج	گلِ نغمہ	آہِ نیم شبی
ماہِ نو	لذتِ تقریر	نقشِ فریادی	دستِ صبا
دودِ چراغِ محفل	حسنِ توبہ شکن	شمعِ روشن	طبعِ رسا
شعاعِ زیریں	نفعِ بے بہا		

(ب) نیم مصوتہ واؤ پر ختم ہونے والے الفاظ :

ذیل کے الفاظ جب مضاف ہوتے ہیں تو آخری واؤ چونکہ نیم مصوتے کے طور پر ادا ہوتی ہے، اس لیے ایسے الفاظ میں اضافت کو کسرے سے ظاہر کرنا چاہیے :

پر تو خیال جزو بدن بھو ملیج عفو بندہ نواز
(ج) ہمزہ جزو آخر :

درج ذیل الفاظ جن میں ہمزہ لفظ کے آخر میں آتا ہے، ان میں اضافت کو ہمزہ کے بعد کسرہ لگا کر ظاہر کرنا مناسب ہے :

سو، ظن سو، ہضم
مبدؤ، اول سو، ادب

لیکن سوئے ظن، سوئے ہضم، سوئے ادب وغیرہ کو غلط نہ سمجھا جائے۔

۱۰۔ ہمزہ اور واؤ عطف

عطف کے واؤ پر کسی بھی صورت میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا :

وفا و جفا ہوا و ہوس زندگي و موت
مے و جام سادہ و پرکار شمع و پروانہ

۱۱۔ ہوا (ہونا کا ماضی) دو مصوتے ساتھ ساتھ ہیں (و+و)۔ قدیم املا میں ہمزہ لگاتا ہے لیکن اب رائج نہیں۔ اس لیے اس لفظ کا صحیح املا بغیر ہمزہ کے مان لینا چاہیے۔

اعداد

۱۔ لفظ دونوں یا دونوں غنہ کے ساتھ اور اس کے بغیر دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔
اس کا صحیح اطلاق دون غنہ کے ساتھ ہے، یعنی دونوں، تینوں، چاروں وغیرہ۔

۲۔ لفظ چھ کا اطلاق کی طرح کیا جاتا ہے، چھ، چھ، چھ۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے چھ کی سفارش کی تھی لیکن چھے رائج نہیں ہو سکا۔ چلن میں اس لفظ کا الملا چھ ہے، اور اسی کو صحیح مان لینا چاہیے۔

۳۔ گیارہ سے اٹھارہ تک گنتیوں کے آخر میں ہائے خفی ہے۔ اس لیے ان کے آخر میں ہمیشہ ہ لکھنی چاہیے بعض لوگ ان کا تلفظ نون غنہ سے کرتے ہیں (جیسے گیارہاں) یہ لہجہ معیاری نہیں۔ صحیح اطلاق گیارہ، بارہ، تیرہ... ہے۔

۴۔ جب یہ گنتیاں اعدادِ صغی میں تبدیل ہوتی ہیں تو ہائے خفی ہائے مخلوط میں بدل جاتی ہے، یعنی:

گیارہواں بارہواں تیرہواں...

۵۔ اسی طرح اعدادِ تاکیدی بھی ہائے مخلوط سے لکھنے چاہئیں:

گیارہوں بارہوں تیرہوں...

۶۔ انتیس اور اکتیس ی سے صحیح ہیں۔

۷۔ اکتالیس سے اڑتالیس تک کی گنتیوں میں لام کے بعد کی ی ضرور لکھنی چاہیے :

اکتالیس بیالیس پینتالیس ...

۸۔ ذیل کے اعداد کبھی نون غنہ کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر بولے جاتے ہیں۔ ان کو نون غنہ کے ساتھ لکھنا صحیح ہے :

تینتیس چونتیس پینتیس سینتیس

پینتالیس سینتالیس پیٹھ

۹۔ اسی طرح ۵۱، ۸۱، ۹۱ کو کبھی بہ اضافہ ی اور کبھی اس کے بغیر لکھتے ہیں۔ انہیں ی سے لکھنا ہی صحیح ہے :

اکیاون اکیاسی اکیانوے

۱۰۔ لفظ سیکڑا نون غنہ کے ساتھ بھی مروج ہے، لیکن اسے بیشتر نون غنہ کے بغیر لکھتے ہیں، اور یہی مرجح ہے۔

۱۱۔ ۸۵، ۹۵، ۹۹ میں بعض لوگ الف سے پہلے ی بولتے ہیں، لیکن ان گنتیوں کا ترجمہ ملا پچاسی، پچانوے اور ننانوے ہے۔

۱۲۔ اعداد وصفی بناتے ہوئے اگر عدد مصمتہ پر ختم ہو رہا ہے تو اسے ملفوظی طور پر لکھنے میں کوئی دقت نہیں، مثلاً چوبیسواں، اڑتیسواں، باسٹھواں، اٹھترواں، لیکن جو عدد مصومتہ پر ختم ہوتے ہیں، بالخصوص ۷۹ سے ۹۹ تک کی گنتیاں، ان کے اعداد وصفی بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہندسہ لکھ کر واں یا دیں بڑھا دیا جائے۔
گویا ۷۹ والے ۰۰، ۰۱، ۰۲، ۰۳، ۰۴، ۰۵، ۰۶، ۰۷، ۰۸، ۰۹

- ۱۳۔ سو سے آگے (یا سو کے دیگر تمام یونٹوں) کی صفی گنتیوں کو بھی ہندسہ لکھ کر واں یا ویں کے اضافے سے لکھنا مناسب ہے۔
- ۱۴۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں تو ملفوظی طور ہی پر لکھنا مناسب ہیں، لیکن بڑے اعداد مثلاً ۵۱۶، ۱۲۷ کو صفی صورت میں ہندسے کے بعد واں یا ویں کے اضافے سے لکھنا ہی مناسب ہوگا۔

لفظوں میں فاصلہ

اور

لفظوں کو ملا کر لکھنا

۱۔ لفظوں میں فاصلے اور لفظوں کو ملا کر لکھنے کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی کمیٹی کی ان تجویزوں کو مان لینا چاہیے :

(۱) لفظوں کے درمیان فاصلہ رکھا جائے اور یہ فاصلہ یکساں ہو۔ نیز یہ فاصلہ اس فاصلے سے زیادہ ہو جو ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں رکھا جائے۔

(ب) ایک لفظ کے اوپر دوسرا لفظ یا ایک حرف کے اوپر دوسرا حرف کسی حالت میں نہ لکھا جائے۔

البتہ مرکبات کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کمیٹی کی تجویز کہ ”مرکب لفظ جو دو یا زیادہ لفظوں سے بنے ہوں، آپس میں ملا کر نہ لکھے جائیں، بل کہ ہمیشہ الگ الگ لکھے جائیں“ قابل قبول نہیں، کیونکہ دو یا زیادہ لفظوں سے مل کر بننے والے لفظ کئی طرح کے ہیں۔ اس بارے میں مرکبات اور مشتقات میں فرق کرنا ضروری ہے۔ مرکبات میں استعمال ہونے والے الفاظ آزاد صرفیہ (FREE

MORPHEMES) ہوتے ہیں، مثلاً خوب صورت، خوش مذاق، گل بدن، دل لگی۔ ان میں سے ہر لفظ آزادانہ استعمال ہو سکتا ہے، اور الگ سے اپنے معنی رکھتا ہے۔

چنانچہ اصولی طور پر مرکبات میں نفظوں کو الگ الگ لکھنا چاہیے، لیکن مشتقات کا معاملہ دوسرا ہے۔

مشتقات سابقوں یا لاحقوں کے ملانے سے بنتے ہیں۔ بے، بے، سار، گار، وار، زار، گر، گار، بان، آن، رساں، ساں، گیں، پن، لا وغیرہ آزاد صریفے نہیں، پابند صریفے (BOUND MORPHEMES) ہیں۔ یہ تنہا استعمال نہیں ہو سکتے، اور تنہا طور پر اردو میں کوئی معنی نہیں رکھتے۔ جب الگ سے ان کے کوئی معنی نہیں تو ان کو الگ لکھنے کی سفارش کیسے کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ اصولی بات یہی ہے کہ تمام مشتقات کو ملا کر لکھنا چاہیے، لیکن دشواری یہ ہے کہ اردو میں مشتقات کی بعض شکلوں کو ملا کر لکھنے کا چلن نہیں مثلاً شاندار، جہاندار، زمیندار، خریدار، دلدار، تنہا نیدار تو ملا کر لکھے جاتے ہیں، لیکن ایمان دار، مہمان دار، دکان دار، چمک دار، کانٹے دار، لچھے دار میں دار الگ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ دستگیر، دلگیر، جہانگیر، عالمگیر ملا کر لکھتے ہیں، لیکن آفاق گیر، ملک گیر، دامن گیر، کف گیر میں گیر الگ لکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں چلن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ اس بارے میں اصول یوں ہو سکتے ہیں :

۲ مرکبات

مرکبات میں جہاں تک ہو سکے، الفاظ کو الگ الگ لکھنا چاہیے :
خوب صورت خوش رنگ نیک بخت گل بدن

آج کل دل لگی گل دستہ ہم رنگ
 جفا شعار توپ خانہ بت خانہ فن کار
 گل کاری قلم کار دست کار عدم آباد
 لیکن کچھ مرکب الفاظ کو ملا کر لکھنے کا چلن راسخ ہو چکا ہے، مثلاً شبِ بنم،
 دستخط۔ ان کو اسی طرح لکھنا مناسب ہے۔ پیچیدہ ایک لفظ ہے، اس کو آج کل
 بعض لوگ پے چیدہ لکھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

۳ مشتقات

مشتقات کو اصولی طور پر جہاں تک ممکن ہو، ملا کر لکھنا چاہیے، البتہ
 جن لفظوں کو الگ سے لکھنے کا چلن ہے، انہیں الگ ہی لکھا جائے:

کمتر	بیشتر	ستمگر	پیشتر
پاسبان	جانور	تاجور	کر خندار
زمیندار	شاندار	دلدار	خریدار
دستگیر	جہانگیر	عالمگیر	دلگیر
خاکسار	دلکش	باغیچہ	غالیچہ
بچپن	لڑکپن	غمگین	سرگین

۴ سابقہ ان

سابقہ ان کو اردو میں الگ سے لکھنے کا چلن ہے:

ان پڑھ ان گھر ان جان ان گنت

۵ سابقہ بے

سابقہ بے کو زیادہ تر الگ ہی لکھا جاتا ہے :

بے ریا بے خوف بے مزہ بے تحاشا بے حساب
 بے بس بے شک بے رخی بے ثبات بے خواب
 بے جان بے رحم بے ایمان بے گناہ بے ریا
 بے دھڑک بے گھر بے آسرا بے ڈھنگا بے کیف
البتہ کئی الفاظ میں بے کو ملا کر لکھنے کا چلن ہے جو صحیح ہے :

بیکار	بیشک	بیگانہ
بیباک	بیتاب	بیوقوف
بیذخ	بیخود	بیدل
بیدم	بیہوش	بیکل

۶ لاحقہ بہ ، چہ ، کہ

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کمیٹی کی سفارش کہ "فارسی لفظ بہ ، نہ ، چہ ، کہ وغیرہ جو یہ کبھی ملا کر اور کبھی الگ لکھے جاتے ہیں، اردو عبارت میں الگ لکھے جائیں" قابل قبول نہیں۔ اس لیے کہ اول تو یہ تمام پابند صرفیہ ہیں، دوسرے ان میں سے بعض لاحقہ ایسے الفاظ میں آتے ہیں جو جملوں کو ملانے کے لیے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، اور جن کی ملی ہوئی شکلیں اس حد تک چلن میں آچکی ہیں کہ ان کو

بدن آسان نہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ انھیں ملا کر ہی لکھا جائے۔
چنانچہ اس بارے میں اصول یہ ہوا: بہ، چہ، کہ لاشعہ ہیں اور مشتقات
میں استعمال ہوتے ہیں، اور ان کی ملی ہوئی شکلیں پوری طرح چلن میں آچکی
ہیں، اس لیے ان کو ملا کر لکھنا ہی مناسب ہے:

بلکہ	کیونکہ	چونکہ	چنانچہ
جبکہ	بخوبی	بہر حال	بدستور
بخدا	بدقت	بدولت	بانداز خاص
غرضیکہ	حالانکہ	بشرطیکہ	

۷۔ مجھکو، مجھ کو

بعض اوقات ضمائر کو کلمات جار کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے، مثلاً 'مجھکو'،
 'تھکو'، 'اسنے'، 'اسیے'۔ انھیں غلط تو نہیں کہا جاسکتا، البتہ انھیں الگ سے
 لکھنا مزج ہے: مجھ کو، تجھ کو، اس نے، اس لیے، مجھ سے، ہم پر، جس کا۔
 اسی طرح کے لیے، کے واسطے، جب تک، کیوں کر، جان کر، وغیرہ کو بھی ملا کر
 نہیں لکھنا چاہیے۔

۸۔ گا گے گی کو افعال کے ساتھ ملا کر نہیں، بلکہ الگ الگ لکھنا چاہیے:

جائے گا	آئیں گے	پڑھے گا
کھائیں گے	چاہیں گی	نکھیں گے

۹۔ انگریزی اور یورپی الفاظ جس طرح اردو میں رائج ہیں، ویسے لکھنے

چاہئیں، البتہ کوئی نیا لفظ لکھنا ہو تو اس کے صوتی اجزاء کو الگ الگ لکھنا مناسب ہوگا :

کانفرنس	گلکرسٹ	یونیورسٹی
ٹیلیفون	انسٹی ٹیوٹ	پارلیمنٹ
ڈاکٹر	انسپیکٹر	ریڈیو
اسٹیشن	مسز	مسٹر
ٹیلیگرام	ٹیلیگراف	میو پیلٹی

سمینار کو سے می نار لکھنا درست نہیں۔ ہاں مندرجہ ذیل الفاظ کے اجزاء کو الگ الگ کر کے لکھنا مناسب ہے :

ہائی جیکنگ	ہائی وے
ٹیلی کاسٹ	ٹیلی ویژن
انڈی پنڈنٹ	کاپی رائٹ

پولیس کو آج کل بعض لوگ ہندی کی نقل میں پولس لکھتے ہیں جو

غلط ہے۔

اعراب اور علامات

اُردو میں مُصَوِّتوں (حروفِ عِلّت وحرکات) کے لیے بہت کم حروف ہیں، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایک ہی حرف ہے یعنی الف۔ اس لیے مُصَوِّتوں کے تلفظ کو صحیح طور پر اِملائی گرفت میں لانے کے لیے اعراب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اعراب ہمارے طریقِ املا کا لازمی جز ہیں۔ اعراب سے متعلق تجاویز و قناتاً فوقتاً سامنے آتی رہی ہیں، ان میں سے جو عملی طور پر قابلِ قبول ہیں، وہ ذیل میں پیش ہیں :

مُصَوِّتِ اِعراب

نیر	—	(نیل، سن)
زیر	ـِ	(نیل، سن)
پیش	ـُ	(نیل، سن)
مد	ـَ	(آم، آن)

واؤ معروف و (دؤر، چؤر، دھؤل، پھؤل، مؤل)
 واؤ مجہول و (شور، چور، پول، بول، مول) صفر علامت
 واؤ ماقبل مفتوح ے و (دور، طور، جور، مور)

یائے معروف ی (دین، پن، مہرا، بائی، تیر، میل)
 یائے مجہول ے (دین، دیر، میرا، تیرا، میل) صفر علامت
 یائے ماقبل مفتوح ی (دین، دیر، پیر، تیر، میل)

ۛ اردو میں مصوتے کل دس ہیں۔ ان میں تین تین کے تین بیٹ ہیں،

تین	آوازیں	واؤ	کی
تین	آوازیں	یائے	کی
تین	آوازیں	زیر، زبر، پیش	کی اور
دسویں	آواز	الف	کی

الف جب لفظ (یا صوتی رکن) کے شروع میں پوری آواز دیتا ہے، تومد لگایا جاتا ہے۔ لفظ کے بیچ یا آخر میں الف ہمیشہ پوری آواز دیتا ہے۔

پھوٹے مصوتوں	زیر	زبر	پیش	اور
طویل مصوتوں	یائے (معرّض)	الف	واؤ (معرّض)	

میں بالترتیب خفی اور طویل کی نسبت ہے۔ ان چھ خفی اور طویل آوازوں کے علاوہ واؤ اور یائے میں ایک ایک آواز مجہول، اور ایک ایک آواز زبر سے مل کر بنتی ہے (ماقبل مفتوح)۔ یوں یہ کل دس آوازیں ہوتیں۔ (ماقبل مفتوح آوازوں کو واؤ لین اور یائے لین بھی کہتے ہیں)۔

اوپر مصوتوں کی دس آوازوں کے لیے جو اعراب پیش کیے گئے، وہ آج تک کی پیش کردہ تجاویز (باقی ص ۱۰۰ پر)

۲ دوسرے اعراب

تشدید ۳

تنوین ۴

جزم ۵

واؤ معدولہ مع الف ۶ کسی نشان کی ضرورت نہیں

(خواب، خواہش، خواجہ، خواہ، خواہ)

واؤ معدولہ بغیر الف ۷ (خود، خویش، خویشگی، خورشید)

بھونٹی لکیر کا استعمال محض ابتدائی کتابوں تک محدود رکھا جائے

نون غنۃ درمیانی حالت میں ۸ (چاند، ماند، پانچ، ساٹھ، دانت)

ص ۹۹ سے آگے

میں سب سے مختصر اور سہل ہیں۔ معروف اور لین آوازوں کو نشان زد کر دینے کے بعد مجہول آوازوں کے لیے الگ سے اعراب کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جب دوسری آوازوں سے فرق واضح ہو گیا تو بچی ہوئی تیرہ آواز مجہول ہی ہوگی۔ گویا مجہول آواز کو صفر علامت کے تصور سے سمجھ لیا جاسکتا ہے۔ یہ اصول اعراب کی کفایت پر مبنی ہیں اور اب تک کے پیش کیے گئے اصولوں میں سب سے زیادہ سہل اور سائنٹفک ہیں۔ ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کمیٹی نے لمبی سے (یا نئے مجہول) کے لیے آدھی دائرے والی حرکت کی سفارش کی تھی۔ یہ چلن میں نہیں آئی۔ مندرجہ بالا سہل طریقے سے لمبی سے کی پہچان چونکہ صفر علامت سے ہو جاتی ہے، اس لیے اس کے لیے کسی الگ حرف یا اعراب کی ضرورت نہیں۔ یا نئے اور واؤ کی معروف شکلوں کے لیے کھڑے زیر اور اُلٹے پیش کو انجمن نے رائج کیا تھا۔ یہ کم و بیش مسلم ہو چکے ہیں، اس لیے مندرجہ بالا اعرابی نظام میں انھیں قبول کر لیا گیا ہے۔

جڑواں می ۷ (پتیا ری، کتیا ری، نیٹولا، کیٹوڑا، پتیا سا)
 معض ابتدائی کتابوں کے لیے یا جہاں ضرورت ہو
 معکوسی نون ٹرڈ (کرشنڈ، گنڈ، برہمنڈ، شرٹڈ)
 صرف جہاں سنسکرت تلفظ کے اظہار کی ضرورت ہو

۳ سنسکرت لفظوں کے جڑواں مضمتے

اگر کسی لفظ میں دو حروفِ صحیح بغیر کسی حرفِ علت یا حرکت کے آئیں تو انہیں جڑواں مضمتہ (CONSONANTAL CLUSTER) کہتے ہیں۔ اُردو میں جڑواں مضمتے اکثر لفظ کے بیچ میں اور خال خال لفظ کے آخر میں آتے ہیں، اور انہیں جزم سے ظاہر کیا جاتا ہے (چشم، بخت، سخت، درد، سزد، وقت، دخل، عضو، گزد)۔ سنسکرت لفظوں میں جڑواں مضمتے لفظ کے شروع اور آخر میں عام ہیں۔ انہیں ظاہر کرنے کے لیے اُردو میں (اگر ایسے لفظ لکھنے کی ضرورت ہو، تو) کوئی علامت نہیں۔ اوپر کے گوشوارے میں جڑواں می کے لیے الٹے جزم کی سفارش کی گئی ہے (پتیا، پتیا سا، کتیا ری)۔ اسی علامت کو سنسکرت کے جڑواں مضمتوں کے لیے (جہاں ضرورت ہو) اختیار کیا جاسکتا ہے :

پڑا کرت	پڑیت
پڑبھات	بڑہمن
ویراگینہ	سوبھاگینہ
سورینہ	یگینہ

۴ مخففات

اُردو لکھاوٹ میں جو مخففات اور نشانات رائج ہیں، ان میں سے خاص

خاص یہ ہیں :

بِت، تخلص کی علامت، میر غالب انیس اقبال	—
کتابوں کے نام پر چھوٹی لکیر: فردوسی نے شاہنامہ میں کہا ہے۔	—
سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات	...
حذف کی ہوئی عبارت یا لفظ کے لیے تین نقطے	...
مصرع کی علامت	۶ یا ۷
لفظ بیت کی مخفف صورت	۷
صفحے کے لیے	ص
صفحات کے لیے	صص
جلد کے لیے	ج
ورق کے لیے	ق
اوراق کے لیے	قق
عَلَيْهِ السَّلَام	ع
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا مخفف (محمد)	ص/صلعم
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ	رض
رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (خواجہ نظام الدین اویا)	رح

ایضاً کی علامت

”

رقم، تاریخ یا وزن کے ہندسے کے بعد آرڈی لکیر

/

’کذا فی الاصل‘ کا مخفف ہے۔ اصل متن کی ہو بہو نقل کے لیے خاص

کذا

طور سے جب اس پر غلط ہونے کا گمان ہو

عبارت یا شعر کو پورا نقل کرنے کے بجائے ابتدائی لفظ لکھ کر

الخ

الخ لکھ دیتے ہیں یہ مخفف ہے ’الی آخر‘ کا، یعنی پورا شعر یا

عبارت مراد ہے

عبارت کے آخر میں لکھ دیا جاتا ہے، بمعنی ”حد۔“ حد کے عدد

۱۲

۱۲ ہوتے ہیں

رجوع کنید، رجوع کیجیے، ماخذ کے حوالے کے لیے حواشی میں

رک

لکھتے ہیں

حوالہ مابقی

ح س

حوالہ مابعد

ح ب

اگر کوئی مصرع یا شعر عبارت میں بغیر سطر بدلے لکھا جائے تو اس

/ /

کے دونوں طرف ایک ایک آرڈی لکیر لگا دیتے ہیں

حواشی کے اعداد الفاظ کے اوپر لکھے جاتے ہیں۔ ان کے نیچے علامت

حواشی کے اعداد

ء کی ضرورت نہیں۔ حواشی کے اعداد جلی لکھے جائیں تاکہ باقی

عبارت سے ممتاز رہیں

رموزِ اوقاف

مولوی عبدالحق نے قواعدِ اردو میں جن رموزِ اوقاف کی سفارش کی ہے، ان میں سے زیادہ تر اردو میں رائج ہو چکے ہیں۔ معمولی اضافے کے ساتھ انھیں پیش کیا جاتا ہے :

• -	FULL STOP	ختمہ / ڈیش
‘	COMMA	سکتہ
:	COLON	رابطہ
؟	INTERROGATION MARK	سوالیہ
!	EXCLAMATION MARK	{ فحاشیہ ندائشہ
()	PARENTHESIS	قوسین
{ }	MIDDLE BRACKET	محصولا بریکٹ
[]	SQUARE BRACKET	بڑا بریکٹ
—	DASH	خط
“ ”	INVERTED COMMAS	واوین
—	UNDERLINING DASH	خطِ زیریں

تبصرے
اور
ملخص عمومی آراء

تبصرے

املا نامہ کے پہلے ایڈیشن پر ذیل کے تبصرے شائع ہوئے :

- ۱۔ مولانا عبد الماجد دیا باوی "املا نامہ" صدقہ جدید، لکھنؤ ۱۰ جنوری ۱۹۷۵ء
- ۲۔ پروفیسر اردن خاں شیردانی "املا نامہ" کتاب نما، دہلی مئی ۱۹۷۵ء
- ۳۔ مولانا شہاب الدین کوٹلووی "املا نامہ" کتاب نما، دہلی نومبر ۱۹۷۴ء
- ۴۔ ڈاکٹر صفدر آہ "املا نامہ" کتاب نما، دہلی جنوری ۱۹۷۵ء
- ۵۔ حیات اللہ انصاری "املا نامہ" سب ساتھ، نئی دہلی ۲۸ ستمبر ۱۹۷۴ء
- ۶۔ سید شہاب الدین دستوی "اردو املا" اور "املا نامہ" نواسے ادب، ممبئی جنوری ۱۹۷۵ء
- ۷۔ "اردو املا" اور "املا نامہ" نواسے ادب، ممبئی اپریل ۱۹۷۵ء
- ۸۔ پروفیسر گیان چند جین "املا نامہ: ایک جائزہ" ہماری زبان، نئی دہلی ۲۲ جنوری ۱۹۷۵ء
- ۹۔ پروفیسر فکیر علی الرحمن "املا نامہ" ہماری زبان، نئی دہلی ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء
- ۱۰۔ ڈاکٹر خلیق انجم "املا نامہ" ہماری زبان، نئی دہلی یکم جنوری ۱۹۷۵ء
- ۱۱۔ محمود ہاشمی "املا نامہ" کتاب نما، دہلی اکتوبر ۱۹۷۴ء
- ۱۲۔ راج نرائن راز "املا نامہ" خیابان خاطر، اورنگ آباد جنوری ۱۹۷۵ء
- ۱۳۔ علی جواد زیدی "اردو املا اور املا نامہ" آجکل، دہلی اکتوبر ۱۹۷۵ء
- ۱۴۔ پروفیسر صاحب دیشادری "کچھ املا نامہ کے بارے میں" کتاب نما، دہلی جنوری ۱۹۷۶ء
- ۱۵۔ کرشن موہن "املا نامہ کے بارے میں" ہماری زبان، نئی دہلی ۲۳ فروری ۱۹۷۵ء
- ۱۶۔ شوہن کشمیری "اردو املا" جٹان، لاہور ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء

- ۱۴۔ پروفیسر عبدالستار دہلوی "اطلا نامہ پر ایک نظر" ہماری زبان، نئی دہلی ۸ اپریل ۱۹۷۵ء
- ۱۷۔ حسن الدین احمد "اطلا نامہ" روزنامہ سیاست، حیدرآباد ۳ دسمبر ۱۹۷۴ء
- ۱۸۔ ستید بدر الحسن "اطلا نامہ کی روشنی میں" ہماری زبان، نئی دہلی ۸ نومبر ۱۹۷۴ء
- کچھ اٹاکے بارے میں "اطلا نامہ" ہماری زبان، نئی دہلی ۱۵ نومبر ۱۹۷۴ء
- ۱۹۔ ڈاکٹر علیم اللہ حالی "اطلا نامہ" آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء
- ۲۰۔ ثریا سعید "اطلا نامہ" آل انڈیا ریڈیو، اردو سروس دسمبر ۱۹۷۴ء
- ۲۱۔ ہاشم حسن سعید "اطلا نامہ" نوائے ادب، ممبئی جولائی ۱۹۷۵ء
- ۲۲۔ عبدالقوی "اطلا نامہ" ندائے ملت، لکھنؤ ۱۹ جنوری ۱۹۷۵ء
- ۲۳۔ سرور تونسوی "اطلا نامہ" شانِ ہند، دہلی جنوری ۱۹۷۵ء
- ۲۴۔ سیفی پریمی "اطلا نامہ" کتاب نما، دہلی دسمبر ۱۹۷۴ء
- ۲۵۔ رشید نعمانی "اطلا نامہ" کتاب نما، دہلی اگست ۱۹۷۴ء
- ۲۶۔ ستید نظر برفی "اطلا نامہ" کتاب نما، دہلی ستمبر ۱۹۷۴ء
- ۲۷۔ وقار خلیل "اطلا نامہ" برگِ آوارہ، حیدرآباد یکم نومبر ۱۹۷۴ء
- ۲۸۔ انجم عثمانی "اطلا نامہ" آل انڈیا ریڈیو، دہلی فروری ۱۹۷۵ء
- ۲۹۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ "یادِ انِ نکتہ واں کے لیے" ہماری زبان، نئی دہلی ۸ مارچ ۱۹۷۵ء
- ۳۰۔ ا۔ ص "اطلا نامہ" روزنامہ دعوت، دہلی ۷ دسمبر ۱۹۷۴ء
- ۳۱۔ نند کدور وکرم "اطلا نامہ" آجکل، دہلی دسمبر ۱۹۷۴ء
- ۳۲۔ ناظر "اطلا نامہ" سیاست جدید، کانپور ۷ جنوری ۱۹۷۵ء
- ۳۳۔ جہاڑ چھوہی "اطلا نامہ" کتاب نما، دہلی اپریل ۱۹۷۵ء
- ۳۴۔ شفیق رحمانی "اطلا نامہ" ادراک، شیوپوری ستمبر ۱۹۷۴ء

ملخص عمومی آرا

مولانا عبد الماجد دریا بادی

”اطلا نامہ“ بڑے کام کی کتاب ہے۔ فارسی سیکھنے والوں کے لیے جو اہمیت ”آمد نامہ“ کی ہے اور درس قرآن کے لیے ”قاعدہ بغدادی“ کی، اسی طرح اردو میں لکھنے پڑھنے والوں کے لیے اس ”اطلا نامہ“ کی۔ اس کتاب کو آج سے بہت پہلے وجود میں آ جانا چاہیے تھا۔
(صدیقِ جدید - ۱۰ جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب حیات اللہ انصاری

کتابچے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سفارش کافی غور و خوض کے بعد کی گئی ہے اور اس کے مرتب کرنے میں علمی ضرورتوں کی طرف دھیان دیا گیا ہے۔ اگر اس پر نظر ثانی کر لی جائے تو کیا کہنا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بھی کتابچہ بہت مفید ہے اور اس سے اردو کی راہ سے ایک بہت بڑا پتھر ہٹ جاتا ہے۔ اس اہم خدمت کے لیے میں الاما کیٹی کے ممبروں کو مبارکباد دیتا ہوں، اور اخباروں اور مکتبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کتابچے کا ضرور مطالعہ کریں۔
(سب ساتھ - ۲۸ ستمبر ۱۹۷۷ء)

جناب شورش کاشمیری (ایڈیٹر چٹان)

ترقی اردو بورڈ (ہند) نے املا کے سلسلہ میں ایک بورڈ قائم کیا تھا، جس نے اردو کے مسئلہ پر طویل غور و خوض کے بعد، پروفیسر گوپی چند نارنگ کی ادارت میں سفارشات پر

ہنسی "املا نامہ" شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر رشید حسن خاں کی مفصل اور عالمانہ کتاب نکلی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اُردو بے چارہ ہے لیکن ایک طویل سیاسی ابتلا کے باوجود اُردو کی ترقی و احیاء کے سلسلے میں شیدائیان اُردو کی مساعی مشکور مختلف دوائر میں غر آور ہو رہی ہیں اور زبان کے مسائل پر غور کرنے کے علاوہ عمدہ عمدہ کتابیں شائع کی جا رہی ہیں۔ (چٹان لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر گیان چند جین

ترقی اُردو بورڈ نے، پروفیسر گوپی چند نارنگ کی ادارت میں "املا نامہ" شائع کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ چونکہ یہ سفارشات ایک وسیع بورڈ کی کمیٹی کی ہیں، اس لیے ان کی اہمیت آشکارا ہے۔ یہ سفارشات الفاظ کے املا کے لیے سنگ میل کی طرح رہنمائی کرتی ہیں۔ "املا نامہ" میں سینکڑوں سفارشات ہیں۔ قدم قدم پر رہنمائی کا حق ادا کیا گیا ہے مجھے چند سفارشوں سے اختلاف ہے، بقیہ سب سے اتفاق ہے۔ (ہماری زبان۔ ۲۲ جنوری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر بارون خاں شیروانی

اس وسیع کتابچے سے بہت سی پھسلنوں کا ازالہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کی ضرورت ہے کہ ان اصولوں کو عام کیا جائے، اور ممتاز مصنفوں اور صحافیوں میں اس مفید کتابچے کے نسخے گشت کرائے جائیں۔ مجھے فی الجملہ ان اصولوں سے اتفاق ہے جو وضع کیے گئے ہیں مگر بعض موقعوں پر ذرا کلام محسوس ہوتا ہے۔ (کتاب نما۔ مئی ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر صفدر آہ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اُردو کے ایک مستند ادیب اور عالم صوتیات سمجھے

جاتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ایک مخصوص سلیقہ اور فکر میں قابلِ قدر سلجھاؤ ہوتا ہے۔ ”املا نامہ“ انھیں کی ایک جامع تدوین ہے، اور آج تک اسلے کی معیار بندی اور درستی پر جو کچھ شائع ہوا ہے، اس میں بلاشبہ ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ لائقِ مرتب نے علمی پس منظر میں ان سفارشات کو اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ ایک عالم سے لے کر معمولی تعلیم یافتہ تک ان سے مساوی طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔ ان تجویزوں میں معقولیت کے ساتھ لچک موجود ہے۔ درستی املا کا کام سائنٹیفک طریقے پر سب سے پہلے فاضلِ اجل ڈاکٹر عبدالرشاد صدیقی نے شروع کیا جسے انجمن ترقی اُردو نے بھی اپنایا۔ ڈاکٹر نازنگ کی کتاب کی بنیاد یہی کام ہے۔ ڈاکٹر نازنگ کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ تو انھوں نے روایت کو جوں کا توں قبول کیا ہے، اور نہ اسے کلیتاً رد ہی کیا ہے۔ ان کا راستہ بڑا صحت مند اور بین بین ہے۔ جہاں جہاں اختلافِ آرا کی گنجائش نکلتی ہے، وہاں دوسرے نقطہ ہائے نظر کا پوری طرح لحاظ کر کے اپنی تجویزیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ سفارش صرف تجویز ہے، سرکاری حکم نہیں۔

(کتاب نما - جنوری ۱۹۷۵ء)

مولانا شہاب مالیر کو ٹلوی

”املا نامہ“ کو سعدی کے مشہور مقولے ”ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر“ کے مصداق پایا۔ قدیم اصلاحوں پر متحدہ طور پر قدم اٹھانے کی اس سے پہلے کوشش نہیں ہوئی تھی۔ املا کمیٹی نے بڑا کام کیا کہ جناب ڈاکٹر گوپی چند نازنگ سے کمیٹی کی سفارشات کو ”املا نامہ“ میں مرتب کر کے اُردو دانوں اور اُردو سے شغف رکھنے والوں کے لیے ایک عمدہ دستور العمل جتیا کر دیا، جس کے لیے ہمیں ڈاکٹر صاحب کا ممنون ہونا چاہیے۔

(کتاب نما - نومبر ۱۹۷۴ء)

جناب سید شہاب الدین دسنوی

”املا نامہ“ بعض حیثیتوں سے ”اُردو املا“ سے مختلف ہے یعنی اس کی سفارشات

من وعن وہی نہیں جو رشید حسن خاں نے اپنی تصنیف میں پیش کی ہیں۔ ”املا نامہ“ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں طول طویل بحث کے بجائے کم سے کم الفاظ میں صاف غیزمہم اور واضح طور پر سفارشی پیش کی ہیں جن میں علمی پہلو کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اردو میں جو املا مروج ہیں، جب تک قطعی طور پر وہ غلط نہ ہوں، ان کا استعمال جائز قرار دیا ہے، اور اسے ”کم علمی“ ”کم نظری“ اور ”غلط نگاری“ پر محمول نہیں کیا۔ دوسری قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ”املا نامہ“ میں سفارشات نہ تو جارحانہ انداز میں پیش کی گئی ہیں اور نہ ایسی قطعیت کے ساتھ کہ جیسے اب مزید غور و فکر کی یا ترمیم کی گنجائش باقی نہ رہی ہو۔ (نواسے ادب، جنوری ۱۹۷۵ء، اپریل ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر خلیق انجم

اردو املا کے موضوع پر پہلی بار سائنٹیفک انداز میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے مضامین لکھ کر اہل زبان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی۔ پھر ۱۹۴۴ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی کمیٹی اصلاح رسم خط نے اپنی سفارشات پیش کیں جنہیں عام طور پر قبول کیا گیا۔ اب ترقی اردو بورڈ کی کمیٹی نے انجمن کی سفارشات کا از سر نو جائزہ لیا اور بیشتر سفارشات کو قبول کر لیا، اور کچھ میں ترمیم کی گئی۔ اس کمیٹی کی سفارشات مرتب کرنے کا کام پروفیسر نارنگ کو سونپا گیا، چونکہ اس موضوع پر نارنگ صاحب کی گہری نظر ہے اور وہ ماہر سانیات بھی ہیں، اس لیے انھوں نے انتہائی سائنٹیفک انداز میں اور غیر معمولی اختصار کے ساتھ ان سفارشات کو مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب جدید سائنٹیفک نشر کا قابل تقلید نمونہ ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ترقی اردو بورڈ ان مباحث کی روشنی میں اپنی سفارشات کو آخری شکل دے دے تاکہ اردو املا کا انتشار دور ہو سکے۔

(ہماری زبان - یکم جنوری ۱۹۷۵ء)

مولانا عبد القوی

”المانامہ“ اہل نظر کو دعوتِ محمّدیہ والہ، اور اپنے موضوع پر بڑی حد تک منفرد۔ مرتب کا اسلوب نگارش نہایت سہل، سلیس، اور رواں و شگفتہ ہے۔
(سیاستِ جدید - ۷ جنوری ۱۹۷۵ء)

پروفیسر شکیل الرحمن

نارنگ صاحب نے ترقیِ اُردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات کو نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے اور صوتیات کے ساتھ سماجی لسانیات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے جس سے ان سفارشات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت اور اختصار ہے۔ تمام مباحث کو سائنسی صحت کے ساتھ انتہائی منظم طور پر آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ ترقیِ اُردو بورڈ لائقِ مبارکباد ہے جس نے سفارشات کو مرتب کرنے کا کام ڈاکٹر نارنگ کو سونپا جن کی محنت، سلیقہ اور لسانی آگہی کی پہچان ہر جگہ ہوتی ہے۔ یقین ہے کہ یہ چھوٹی سی کتاب ایک بہت بڑی عوامی ضرورت کو پورا کرے گی، اور صحتِ املا کے اصولوں کو اُردو کے تمام پڑھنے لکھنے والوں تک پہنچانے میں اس سے زبردست مدد ملے گی۔

(ہماری زبان - ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

پروفیسر عبدالستار دہلوی

یہ چھوٹی سی کتاب اپنے موضوع و مواد کے اعتبار سے بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہے۔ ترقیِ اُردو بورڈ ہمارے شکرِ بے کاستحق ہے جس نے اس اہم کام کے لیے املا کمیٹی مقرر کی اور جس کی سفارشات کو پروفیسر گوپی چند نارنگ سے نہایت مائیٹنگ طریقہ پر مرتب کر دیا۔ زیرِ نظر سفارشات میں قدیم روایات کا تسلسل بھی ہے اور جدید

فکر کی سائنسی توجہ بھی۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے جتنے اصول چلن میں آچکے ہیں، یا سانی اعتبار سے صحیح ہیں، ”املا نامہ“ میں بورے غور و خوض کے بعد ان کو لے لیا گیا ہے۔ ”املا نامہ“ میں جن سفارشات کو پیش کیا گیا ہے، ان میں سے بیشتر کا تعلق اصلاحِ املا کی قدیم علمی روایت اور بالخصوص ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے کام سے ہے۔ اردو املا کے کئی شعبے ایسے بھی ہیں جن سے قدیم علمِ ہجا کی مدد سے انصاف نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً ہمزہ، غنیت، ہکارتیت اور اعراب کے مسائل کے تسلی بخشنے کی صورتیات کی روشنی میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ”املا نامہ“ کی سفارشات قدیم علمِ ہجا اور جدید صوتیات کا نہایت حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ مرتب نے تمام مسائل کو سائنسی صحت کے ساتھ ہر طرح کی تکرار اور حشو و زوائد سے بچا کر کم سے کم لفظوں میں اور آسان سے آسان زبان میں پیش کیا ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب پر ڈاکٹر نارنگ کے سلیقے اور سانیاتی نظری کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

(ہماری زبان - ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء)

جناب راج نرائن راز

”املا نامہ“ میں بعض ناقابلِ عمل اصلاحوں کی جگہ آسانی سے سمجھ میں آجانے والی نئی اصلاحیں صوتیات کی روشنی میں وضع کی گئی ہیں۔ تمام اصلاحوں کو آسان سے آسان زبان میں پہلی بار عوام تک پہنچانے کی جو کوشش کی گئی وہ اپنی جگہ خود ایک کارنامہ ہے۔ ”املا نامہ“ کی سب سے بڑی خوبی اس کی سادگی، صفائی اور سائنسی نظر ہے۔ چند صفحات کی یہ کتاب مرتب کی خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی کا بٹن ثبوت ہے۔ اس کتاب کا ہر اردو داں کے پاس ہونا ضروری ہے۔

(غبارِ خاطر، اورنگ آباد - جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب حسن الدین احمد

ڈاکٹر نارنگ نے املا کیٹی کی سفارشات کو نہایت سلیقہ اور جامعیت کے ساتھ

مرتب کیا ہے۔ انھوں نے ایک طرف پچھلے چالیس سال کے کام کو پیش نظر رکھا ہے اور دوسری طرف انسانیات سے واقفیت کی بنا پر صوتیاتی توجیہ سائنٹیفک طریقے پر کی ہے۔ اس طرح ان سفارشات کو آنے والی صدی کے لیے قابل قبول بنایا ہے۔
(روزنامہ سیاست، حیدرآباد۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب وقار خلیل

”املا نامہ“ کو ڈاکٹر نارنگ نے سائنسی نظر اور صوتیاتی ادراک کے پس منظر میں خاصا خونِ جگر صرف کر کے مرتب کیا ہے اور جس اختصار اور جامعیت کا ثبوت دیا ہے اس کی قدر کی جانی چاہیے۔
(برگ آوارہ، حیدرآباد۔ یکم نومبر ۱۹۷۴ء)

جناب محمود ہاشمی

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں، اسے بے حد محنت اور خلوص سے پایہ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تنظیم میں بھی ان کی لگن اور سلیقے کا حینِ نمونہ نظر آتا ہے۔ ان کی علمی اور سائنسی نظر نے ان سفارشات کی اہمیت بڑھا دی ہے۔

(کتاب نما۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

ڈاکٹر سیفی پریمی

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنی محنت، علمی بصارت اور بصیرت اور سائنسی نقطہ نظر سے ”املا نامہ“ کو مفید اور اہم بنا دیا ہے۔

(کتاب نما۔ دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب رشید نعمانی

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تمام کوششوں کا ایک جامع اور مقابلہ قدر حاصل پیش کر دیا ہے۔ ساتھ ہی جو سفارشات یا اضافے کیے گئے ہیں، وہ بھی اپنی ضرورت اور افادیت کی بنا پر کچھ کم اہم نہیں۔ ”اطلانامہ“ تعریف اور توصیف، قدر افزائی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اب ہونا یہ چاہیے کہ چند اختلافی باتوں پر غور کر کے کوئی ایک رائے قائم کر لی جائے۔

(کتاب نما۔ اگست ۱۹۷۴ء)

جناب ا۔ ص (روزنامہ دعوت)

ہم سے کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ کو صلوات اور طوطا کو توتا لکھو، اور ستم بالائے ستم یہ کہ زبان میں اس تخریب کو اصلاح کا نام دیا جاتا ہے۔

(روزنامہ دعوت۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۴ء)

سید نظیر برنی

”اطلانامہ“ کا اردو علمی حلقوں میں غیر معمولی خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اٹلاکمیٹی کی ان سفارشات کو اردو کے اساتذہ، طلبہ، ادبا اور ناشرین مشغول راہ سمجھ کر عملی جامہ پہنائیں۔

(کتاب نما۔ ستمبر ۱۹۷۵ء)

جناب کرشن موہن

”اطلانامہ“ جدید اردو املا کا مینیسٹو ہے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے ترقی بعد ہند کی املاکمیٹی کی سفارشات کو مرتب کر کے واقعی وقت کی ایک

اشد ضرورت کو پورا کیا ہے۔

(ہماری زبان - ۲۲ فروری ۱۹۷۵ء)

جناب علی جواو زیدی

ضرورت ہے کہ عربی اور فارسی کی املائی تقلید سے بلند ہو کر اردو زبان اور اردو رسم خط کو مستقل حقائق مان کر آگے بڑھا جائے۔ ہم اہل اردو سند کے لیے باہر دوڑ جاتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ اردو کو فارسی عربی کی بیساکھی پر چلانا غلط ہے۔ سیاسی دور زوال میں ماضی کی طرف عود کرنے اور اصل سے جا ملنے کی عام خواہش بیدار ہوئی اور بعض اساتذہ نے اسے معکوس روی پر محمول کیا۔ یہ رجحان ختم ہونا چاہیے۔

”املا نامہ“ ترقی اردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات کا بخوڑ ہے جسے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے مرتب کیا ہے اور ذاتی معلومات و خیالات کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(آجکل - اکتوبر ۱۹۷۵ء)

جناب شفیق رحمانی

انتہائی سلیھی ہوئی مختصر اور مفید کتاب۔

(ادراک، شیوپوری - ستمبر ۱۹۷۴ء)

جناب نند کشور وکرم

ترقی اردو بورڈ نے ”اردو املا“ اور ”املا نامہ“ مہیا کر کے اردو داں طبقے کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

(آجکل - دسمبر ۱۹۷۴ء)

ایڈیٹر ندائے ملت

ان سفارشات میں قدیم علم کے ساتھ ساتھ جدید صوتیات کے تقاضوں کو

پوری طرح پیش نظر رکھا گیا ہے۔ خدا کرے یہ سفارشات اُردو رسم الخط کی یکسانیت کا
فدیہ بن سکیں۔

(نڈائے ملت، لکھنؤ۔ ۱۹ جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب سرور تونسوی

ترقی اُردو بورڈ نے "املا نامہ" شائع کر کے اُردو پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔
۹ صفحات کی یہ کتاب چھپائی اور کتابت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ ہر وہ
شخص جو اُردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اس کے پاس اس کتاب کا ہونا اتنا ہی ضروری
ہے جتنا دوسری ضروریاتِ زندگی کا۔

(شانِ ہند۔ جنوری ۱۹۷۵ء)

جناب ہاشم حسن سعید

املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ کی سفارشات کی روشنی میں جو "املا نامہ" ڈاکٹر گوپی چند
نارنگ نے مرتب کیا ہے، اس سے اس مسئلے کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ یہ
ایک متحسّن اقدام ہے جو ترقی اُردو بورڈ نے کیا ہے۔ اُردو املا کے مسائل پر یوں
وقتاً فوقتاً مختلف اصحاب نے قلم اٹھایا ہے لیکن جس سائنٹفک اور جامع طریقے
پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ان نکات کی صراحت کی ہے، اور جس خوبی، مہارت
اور فنی دسترس کے ساتھ انھیں پیش کیا ہے، اس کی کم از کم ماضی قریب میں کوئی نظیر
نہیں ملتی۔ خاص طور پر املا کے یہ مسائل جتنے پیچیدہ، متنوع اور تفصیل طلب ہیں، اس
کے پیش نظر تو ایک دفتر کی ضرورت تھی، لیکن انھیں ایک چھوٹی سی کتاب میں اس
طرح سمودینا کہ کوئی نکتہ چھوٹنے نہ پائے، ایسا جزو اختصار کا کمال اور مرتب کا کارنامہ
ہے۔ "املا نامہ" میں املا کی خامیوں کی نہ صرف نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اجمال اور
سیلقہ کے ساتھ آسان اور عام فہم زبان میں ان کے صحیح اصول اور قاعدے بھی

متعین کیے گئے ہیں۔ جہاں تک ہمارے علم میں ہے اس سے قبل اردو میں اس قسم کی کوئی شعوری کوشش، علمِ سانیات کی روشنی میں نہیں کی گئی۔ اور پہلی مرتبہ ہمزہ اور اضافت کے استعمال کے واضح اصول و قواعد سائنٹفک طریقہ پر پیش کیے گئے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصولوں اور قیمتی مشوروں کو ”برف دان“ کی نذر کرنے کے بجائے جلد از جلد برتا جائے۔ بعض اختلافی امور پر غیر جانب دارانہ انداز میں غور کر کے ان سے متعلقہ سفارشوں کو قطعی شکل دی جائے۔ بحیثیت مجموعی ”اطلانامہ“ ایک منفرد اور قابلِ قدر کارنامہ ہے اور اس کے لیے لائقِ موفد ڈاکٹر گوپی چند نارنگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(نولے ادب، ممبئی۔ جولائی ۱۹۷۵ء)

پروفیسر عابد پشاوری

مملکتِ اردو کے ماہرینِ سانیات میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کا شمار ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی نارنگ صاحب سانیات پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ نہ صرف لکھ چکے ہیں، بلکہ ماہرین سے خراجِ تحسین بھی وصول کر چکے ہیں۔ ترقیِ اردو بورڈ نے اعلانامہ کی ترتیب و تدوین کا کام نارنگ صاحب کے پروردگار کے اپنے حسنِ انتخاب کا ثبوت دیا ہے۔ ترقیِ اردو بورڈ کو اس مفید کتابچے کی اشاعت ہی پر نہیں، بلکہ اس کارنامے پر بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً سو صفحے کے اس خوبصورت اور دیدہ زیب کتابچے میں کتابت و طباعت کی مشکل سے دو تین خامیاں ہی نکلیں گی۔ اعلانامہ ایک مبارک آغاز ہے۔ اس کارنامے پر مبارکباد پیش کرنے میں تمام اردو والے میرے شریک ہیں۔

(کتاب نما۔ جنوری ۱۹۷۶ء)

خطوط سے اقتباس

پروفیسر شمیم حنفی

”اس بات کا میں بہت عرصے سے قائل ہوں کہ کیا تحقیق و تنقید اور کیا زبان و ادب کے معاملات، آپ جس کام کو ہاتھ لگاتے ہیں، اس سلیقے سے انجام دیتے ہیں، جو اردو داں حلقے میں یقیناً کیا ب ہے۔ املا نامہ کے مضامین، مقدمہ، اور مجموعی اعتبار سے کتاب کا گٹ اپ، سب بہت خوب ہیں۔“

(۱۷ دسمبر ۱۹۷۴ء)

جناب منظر امام

”واقعی آپ نے ایک بڑا اہم کام کیا ہے۔ اختصار میں جامعیت اسی کو کہتے ہیں۔ کاش یہ کتاب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔“

(۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء)

ریڈیائی تبصروں سے اقتباس

محترمہ ثریا سعید

”املا نامہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کم سے کم لفظوں میں ہر بات کو انتہائی تنظیم اور سلیقے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور جگہ جگہ لسانیات کی روشنی سے اس طرح مدد ملی گئی ہے کہ اصول کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے، اور اس کی سائنسی صحت کا یقین بھی۔ یقین ہے صحتِ املا کے اصولوں کو عام کرنے میں اس کتاب سے بیش بہا مدد ملے گی۔“

(آل انڈیا ریڈیو، انڈوس)

دسمبر ۱۹۷۴ء

ڈاکٹر علیم اللہ حالی

”اُردو اُملا کو آسان بنانے اور اس کے لیے ایک معیار طے کرنے میں یہ
بھونٹی سی کتاب بہت معاون ہو سکتی ہے۔“

(آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ — بھاکپور)

۱۳ اکتوبر ۱۹۷۴ء

اشاریہ الفاظ

اس اشاریے میں صرف اُن نفلوں کو شامل کیا گیا ہے جو سفارشات میں مثالوں کی ذیل میں آئے ہیں، یا جن کے املا میں کسی قسم کی اصلاح کی سفارش کی گئی ہے۔ جہاں ضروری تھا صحیح یا مرتج شکل کو پہلے درج کیا گیا ہے، اور قدیم املا کو بعد میں یا قوسین میں لکھ دیا گیا ہے،

۵۷	ارادتا	۸۶	آئندہ	۱	آ
۸۶، ۵۰	اردوئے معلّٰی	۸۳	آئیے	۹۳	آج کل
۶۱	ازدحام	۸۱	ابتدا	۶۱	آذرکہ
۶۱	اژدر	۵۱	ابراہیم	۷۱	آرا
۶۱	اژدہا	۸۳	اٹھیے	۷۱	آریہ
۶۷	اُس (اوس)	۶۰	اثر پذیر	۶۱	آزر
۵۲	اسحاق	۶۷	اُدھر (اودھر)	۸۶	آزمائش (آزمایش)
۵۲	اسماعیل	۷۱	اڈا	۶۱	آزوقہ
۵۷	اشارتا	۶۳	اچھبھا	۸۶	آسائش (آسایش)
۳۹	اعلیٰ	۸۱	ادبا	۷۲	آگرہ
	اکتالیہ	۳۹	ادنیٰ	۷۱	آٹولا

۴۱	بسترا	۵۰	اولی	۹۰	اکتیس
۵۳	بقایا		ب	۴۱	اکھاڑا
۴۱	بلبلا	۵۸	بابت	۹۰	اکیاسی
۹۶	بلکہ	۴۴	بابت (بابتہ)	۹۰	اکیانوسے
۸۳	بناؤ سنگار	۶۰	بانج گزار	۹۰	اکیادون
۴۱	بنجارا	۴۱	باجا	۸۲	الادؤ
۶۳	بننا	۸۹	بارہ	۵۲	الغوزہ
۸۴	بوئے گل	۴۴	بارہواں	۵۰	الہ
۴۵	بہ (بہناتے)	۸۹	بارہوں	۵۰	اللہ
۴۹	بھابی، بھابھی	۴۱	بال خورا	۵۰	الہی
۸۳	بھاؤ	۵۴	بالترتیب	۴۲	امام بارہ
۸۳	بھاؤ تاؤ	۵۱	بالخصوص	۶۳	امبر
۹۶	بہر حال	۵۳	بالفعل	۹۴	ان پڑھ
۴۱	بھروسا (بھروسہ)	۵۳	بالکل	۹۴	ان جان
۶۶	بہنگی	۴۱	بتاشا	۹۴	ان گھڑ
۴۱	بھوسا	۴۱	بٹوا	۵۳	انا الحق
۴۱	بے فکر	۸۵	بجائے	۶۳	انبار
۹۰	بیالیں	۸۳	بچاؤ	۸۱	انتہا
۴۱	بیڑا	۹۶	بخوبی	۹۰	انتیس
۸۴	بیٹھیے	۹۶	بدقت	۸۱	انشا
۹۴	بیشتر	۴۲	بدلہ	۸۱	انشاء اللہ
۹۵	بیشک	۹۶	بدولت	۴۱	انگارا
		۵۵	برقاب	۸۶	اود بلاؤ

پ	ت ت ث	تہران
پاسبان	۹۴	۵۹
پانسا	۷۱	۵۹
پاؤں (پاؤ)	۶۵	۵۹
پائے (پاے)	۸۵	۵۵
پٹا	۷۳	۹۰
پتہ	۷۳	۷۱
پتھراؤ	۸۳	۷۱
پٹاخا	۷۱	۶۱
پٹارا	۷۱	۸۱
پذیرائی	۶۰	۵۰
پذیرفتہ	۶۰	۷۱
پر تو خیال	۸۸	۹۴
پڑ مردہ	۶۱	۸۵
پلاؤ	۸۲	۹۶
پولیس (پولس)	۹۷	۹۶
پھاوڑا	۷۱	۹۶
پہنچنا (پہنچنا)	۶۷	۸۴
پھندا	۷۱	۹۶
پھوپھی، پھوپھی	۷۹	۸۶
پھوس (پھونس)	۶۶	۸۲
پھیپھڑا	۷۱	۶۸
پیشتر	۹۴	۸۸

۷۱	دسہرا	۵۱	حقی المقدور	۶۶	بھونپڑا
۶۷	دکان (دوکان)	۵۱	حقی الوبح	۸۳	بھکاؤ
۶۸	دگنا ، دوگنا	۵۰	حقی کہ	۸۴	جیے
۵۵	دل آرا	۸۱	حکما	۶۶	چاول (چانول)
۵۵	دل آرام	۵۳	حلوا	۷۱	چاولہ
۵۵	دل آویز	۵۰	حسنى	۸۲	چاؤ
۶۰	دل پذیر	۷۲	خاکہ	۸۴	چاپیے
۶۸	ڈلار (دولار)	۸۶	خانہ خدا	۷۱	چبوتر
۶۹	ڈلانی	۶۰	خدمت گزار	۷۱	چٹھارا
۹۴	دلکش	۹۴	خریدار	۷۱	چٹکلا
۹۴	دل لگی	۹۳	خوب صورت	۵۲	چغہ
۸۷	دنیلے فانی	۷۲	خوجا	۶۳	چمپا
۵۵	دو آہ	۹۳	خوش رنگ	۹۶	چنانچہ
۷۲	دورخا	۵۵	خوشامد	۸۳	چناؤ
۸۹	دونوں (دونو)	۷۲	خون خرابا	۷۱	چوراہا
۷۹	دہلی (دہلی)		د ڈ ڈ	۹۰	چوتیس
۷۱	دھندا	۸۶	دائم	۹۶	چونکہ
۷۱	دھوکا	۸۳	دباؤ	۸۹	چھ (پچھ)
۸۴	دیجیے (دیجئے)	۶۰	درگزر	۶۶	بھانوں (بھانوں)
۸۴	دیے	۷۱	دریہ	۸۳	پھردکاؤ
۷۱	ڈاکیا	۵۰	دعویٰ		ح خ
۷۱	ڈیا	۵۱	دعوائے پارسائی	۹۶	حالانکہ
۷۲	ڈراما	۷۱	دسپنا	۵۱	حقی الامکان

۸۸	سورِ ادب	س ش	۷۱	ڈھانچا
۸۸	سورِ ظن	سانچا	۷۱	ذات
۸۴	سوئے	سائل	۷۱	ذرا
۷۵	سہ (سہنا سے)	تالش (تالیش)	۷۱	ذره
۷۱	سہرا	سترنگا	۸۱	ذکار اللہ
۹۴	شاندار	سدرۃ المنتہی		ز ز
۸۶	شائع	سرائے فانی	۷۱	راجا
۸۶	شائق	سردابہ	۸۳	راؤ
۵۴	شجاع الدولہ	سرگزشت	۸۵	رائے (راے)
۸۷	شعاعِ زریں	سقہ	۸۷	رائے عامہ
۸۱	شعرا	سلیمان	۷۱	رجواڑا
۶۰	شکر گزار	شکر	۵۱	رحمان
۵۰	شمس الہدیٰ	سموسہ	۶۸	روپے ، روپیہ
۸۷	شمعِ روشن	سمینار (سمعی نار)	۶۰	رہ گزار
۵۲	شوربہ ، شوربا	سن	۶۰	رہ گزار
۸۷	شوخی تحریر	سنچائی	۷۱	زخار
۷۲	شیخی خورا	سندیلا	۷۲	زردہ
	<u>ص ض ط ع غ</u>	سنا	۵۷	زکوٰۃ
۵۰	صغریٰ	سنہ	۹۴	زمیندار
۵۸	صلوٰۃ	سینیہ	۷۲	زنانہ
۵۷	ضرورتاً	سوچنا (سوچنا)	۸۷	زندگی جاوید
۸۱	ضیاء الدین	سوڈا		ژ
۵۹	طشت	سوائے	۷۱	ژولیدہ

۷۲	کمرہ	۵۹	غلطان	۵۹	طمانچہ
۷۷	کھار	۷۲	غنڈہ	۵۰	طوبی
۵۷	کنایتا		<u>ف ق ک گ</u>	۵۹	طوطی
۶۶	کنواں	۵۰	فتویٰ	۵۷	عادتاً
۶۶	کوچہ (کوئچہ)	۷۲	فرما	۵۲	عاشورہ
۷۷	کولھو	۸۴	فرمائیے	۵۵	عالم آرا
۸۷	کوئے یار	۸۱	فقرا	۵۴	عبدالرزاق
۷۵	کہ (کافِ بیانیہ)	۹۴	فن کار	۵۴	عبدالتبار
۷۵	کہ (کہناسے)	۵۳	فی الحال	۶۰	عرضی گزار
۷۱	کھا جا	۸۶	قائم	۵۰	عقبی
۶۳	کھبا	۶۲	قصائی	۵۲	علاحدگی
۶۵	کھنچائی	۵۲	قورمہ	۵۲	علاحدہ (علحدہ/علیحدہ)
۸۴	کھجیے (کھجئے)	۵۰	قوی	۸۱	علامہ الدین
۶۶	کینچلی	۹۷	کانفرنس	۸۱	علما
۷۱	کیوڑا	۷۱	کبابیا	۵۱	علی الخصوص
۹۶	کیونکہ	۵۰	کبریٰ	۵۱	علی الرغم
۸۴	کیے	۷۱	کٹورا	۵۱	علی الصباح
۸۳	گاؤ	۷۶	کچھ (کچہ)	۵۱	علی انعموم
۶۵	گاؤں (گاؤ)	۹۴	کرخندار	۵۰	عہد وسطیٰ
۸۵	گائے (گلے)	۵۰	کسریٰ	۵۰	عیدالضحیٰ
۶۰	گذرگاہ	۷۷	کلھڑ	۴۹	عیسیٰ
۶۰	گذشتگان	۵۷	کلیتا	۷۲	غبارہ
۶۰	گذشتہ	۹۴	کمر	۵۵	غرقاب

۴	مرزہ	۸۴	۵۵	یہ	۵۵	گرد آلود
۳۳	مسالہ، مصالحہ	۷۲	۵۵	ماشہ	۵۵	گرمابہ
۵۰	مستثنیٰ	۶۰	۶۰	مال گزاری	۶۰	گزارش
۵۰	مسجد اقصیٰ	۸۷	۶۰	ماہ نو	۶۰	گزارنا
۶۲	مسل	۷۲	۶۰	مالیدہ	۶۰	گزارنا
۵۸	مسات	۵۰	۶۰	ماوا	۶۰	گزارنا
۵۸	مشکوٰۃ	۸۶	۹۳	مائل	۹۳	گل بدن
۷۴	مصرع (مصرعہ)	۸۸	۶۳	مبداء اول	۶۳	گنبد
۵۰	مصطفیٰ	۸۲	۶۳	متاخر	۶۳	گننا
۵۰	مُصفّا	۸۲	۶۶	متايل	۶۶	گھاس (گھانس)
۷۴	مع (معہ)	۵۰	۷۱	متبقی	۷۱	گھونسلہ
۵۰	معریٰ	۵۰	۸۹	مثنیٰ	۸۹	گیارہ
۵۰	معلیٰ	۵۰	۷۷	مجتبیٰ	۷۷	گیارہواں
۵۳	معنا	۵۰	۸۹	مجلس شوریٰ	۸۹	گیارہواں
۵۰	مقتدا	۷۶	۸۷	مجھ (مجہ)	۸۷	گیسوئے شب
۵۰	مقتضا	۵۳		مچلکا		ل م
۵۰	مقفیٰ	۵۰	۵۲	مدعا	۵۲	لقمان
۵۲	ملغوبہ	۵۰	۶۷	مدعا علیہ	۶۷	لہار (لوہار)
۵۰	من وسلویٰ	۵۳	۵۲	مربا	۵۲	لہذا
۵۰	منادیٰ	۵۰	۶۶	مرضیٰ	۶۶	لہنگا
۵۰	منقا	۵۷	۸۴	مروتا	۸۴	لیجے (لیجے)
۶۷	منہ (مونہ)	۶۱	۵۱	مرزدہ	۵۱	لیلائے شب
۸۲	موثر	۶۱	۵۰	مرزگاں	۵۰	لیلیٰ

۵۷	وقتاً فوقتاً	۵۰	نصارا	۸۲	مؤدب
۵۰	ہدی	۷۱	نصیباً	۸۲	مؤذن
۷۲	ہرجہ خرچہ	۸۷	تفع بے بہا	۸۲	مؤرخ
۷۹	ہمیشہ (ہمیشہ)	۷۲	نقشہ	۲۹	موسیٰ
۷۹، ۶۸	ہندوستان، ہندستان	۷۱	نگوڑا	۷۲	موقع (موقعہ)
۷۱	ہنڈولا	۶۰	نماز گزار	۷۱	موگرا
۶۵	ہنسائی	۸۶	نمائش (نمایش)	۵۰	مولا
۷۹	ہوا (ہوا)	۸۶	نمائندہ	۵۱	مولانا
۷۹	ہے (ہے)	۷۷	ننھا	۸۲	موٹس
۵۰	ہیولا	۷۷	ننھیاں	۶۶	مہندی
۵۲	یاسین	۸۶	نوائے ادب	۶۶	مہنگی
۸۵	یائے	۷۱	نودولتا	۸۷	مئے رنگیں
۵۰	یحییٰ	۹۳	نیک بخت		<u>ن و ہ ی</u>
۵۰	یدِ طولیٰ	۶۰	واگداشت	۵۹	ناتا
۹۷	یونیورسٹی	۸۷	والی ریاست	۵۲	نامشتہ
۷۵	یہ	۸۵	واؤ	۶۱	نژاد
		۸۱	وزرا	۵۷	نبتاً

